ऊर्दू अदब का अंतरराष्ट्रीय मैगज़ीन जो लंदन से प्रकाशित होता है
اُردو ادب کا بین الاقوامی میگزین جو لندن سے شائع ہوتا ہے۔

ماہنامہ

# قندیل ادب انٹرنیشنل لندن

شمارہ:80 ماہ اگست 2019ء

QINDEEL-E-ADUB INTERNATIONAL
80 STRATHDONE DRIVE SW170PW LONDON
(M) 0044-7886-304637, 02089449385
www.qindeel-e-adub.com,
ranarazzaq52@gmail.com

A Magazine of Urdu Literature and Poetry from London UK

(رپورٹ مشاعرہ فرینکفرٹ صفحہ 19 پر ملاحظہ فرمائیں)

(رپورٹ مشاعرہ کینیڈا صفحہ 40 پر ملاحظہ فرمائیں)

# Earlsfield Properties

## Professional Residential Property Management Services

We will manage your property at 0% commission
Guaranteed
Rent Schemes for 3 & 5 years.

Free Management Services
Guaranteed Vacant Possession.

## *Get it Right*

- ✔ Member National Landlord Association
- ✔ Member Deposit Portection Schemes
- ✔ Member The Property Ombudsman Scheme
- ✔ Winner of Pakistan Achievement Award 2014 (Excellence Management)
- ✔ Vastly Experience in Housing Benefits Clients.

**PLEASE CONTACT: NAVEED SARWAR (MA EUROPEAN REAL ESTATE)**

## 175 Merton Road, London SW18 5EF

Tel: 02082656000 02088770762
Fax: 02088749754
Email: info@earlsfieldproperties.com
Web: www.earlsfieldproperties.com

## مجلس ادارت

### بانی رُکن

خان بشیر احمد رفیق مرحوم

### مدیر

رانا عبدالرزاق خان

### اراکین ادارتی بورڈ

آدم چغتائی، ڈاکٹر منور احمد کنڈے، رضیہ اسمعٰیل برمنگھم، رند ملک کنیڈا، اسلم ناصر آسٹریلیا، اے حق یو کے ٹائمز، ثقلین مبارک آسٹریلیا، رانا مبارک احمد بحرین، بشیر احمد خان سویڈن، راجہ منیر احمد، ڈاکٹر منصور خوشتر بھارت، منور احمد خورشید۔ امجد مرزا امجد، طارق مرزا آسٹریلیا، عبد القدیر کوکب، بشارت احمد چیمہ۔

### التماس

ہم سب دوستوں سے التماس کرتے ہیں کہ اپنے ادبی فن پارے، غزل، نظم، افسانہ، مشاعرے کی روئیداد وغیرہ جو بھی اِن پیج میں ارسال کیا جائے گا۔ بلا تفریق اسے معیار کے مطابق شائع کر دیا جائے گا۔ مراسلہ نگاروں کی قدر کی جاتی ہے۔ قندیل ادب اکثر ممالک میں لاکھوں قارئین تک جاتا ہے۔ اور ویب سائٹ سے بھی پڑھا جاتا ہے۔ اگر آپ کے پاس ادبی فن پارے کوئی نہیں تو اپنے ریمارکس ہی ارسال کر دیا کریں تاکہ ہم اپنا محاسبہ کرتے رہا کریں۔ شکریہ رانا عبدالرزاق خاں

### گزارش

مضامین نگار احباب سے گزارش ہے کہ قندیل ادب انٹرنیشنل میں شائع ہونے والے مضامین میں حوالہ جات ضرور دیا کریں۔ اس سے مضمون کی افادیت بڑھ جاتی ہے۔ اسی طرح اس میں لگائی جانے والی تصاویر کسی کمپنی یا کسی شخص کی کاپی رائٹ نہیں ہونی چاہیے۔ ادارہ اس قسم کی کوئی تصاویر شائع کرنے کا مجاز نہیں ہے جس کی ادائیگی کیلئے کوئی کمپنی ادارہ سے بعد میں رابطہ کرے۔ (ادارہ)

## فہرست مضامین


| | | |
|---|---|---|
| وزیر اعظم پاکستان کے نام ایک کھلا خط | اداریہ | 4 |
| آدم چغتائی۔ شاعری کے تناظر میں | اسحاق ساجد جرمنی | 5 |
| شاعر مترنم محترم عبدالواسع آدم چغتائی برمنگھم | ادارہ | 6 |
| شریف اکیڈمی جرمنی کے زیر اہتمام۔ عید ملن اور مشاعرہ | رانا عبدالرزاق خان | 7 |
| ساحل سلیم، عبدالصمد قریشی، محمد علی مضطر، عبدالکریم قدسی۔ احمد منیب، اطہر حفیظ فراز، فضیل عیاض احمد، افتخار راغب، محمد اسحاق عاجز، مسعود چودھری، ساجد محمود رانا، مبشر شہزاد گلاسگو، احمد منیب، ڈاکٹر نجمہ شاہین کھوسہ، امجد مرزا امجد، اتباف ابرک، فرزانہ فرحت لندن، ثروت، سید طاہر احمد زاہد، مبارک عابد، آدمی چغتائی، اسحاق ساجد جرمنی، منور احمد کنڈے، صابر ظفر، عبدالسلام اسلام، قیس بھوپالی، فرزانہ فرحت لندن، بسم اللہ کلیم، آدم چغتائی، تنویر احمد ناصر پنجاب۔ بلال احمد شمیم انڈیمان (انڈیا) | | 9 تا 16 |
| والتھم فاریسٹ پاکستانی کمیونٹی فورم۔ ادبی محفل | رپورٹ۔ امجد مرزا امجد | 17 |
| غزل۔ خواجہ عبدالمومن ناروے | | 18 |
| فرینکفرٹ میں کتاب دانشکدہ عظیم کی تقریب پذیرائی۔ | رپورٹ۔ آفاق احمد زاہد | 19 |
| عربی شاعری کی تاریخ | :طاہرہ فضل، جرمنی | 22 |
| آدم چغتائی صاحب مرحوم ومغفو | منور احمد کنڈے | 22 |
| محترم برادرم رانا عبداللطیف صاحب | رانا عبدالرزاق خان | 23 |
| اللہ بھی انگلینڈ کے ساتھ تھا | فہیم اختر لندن | 24 |
| مولانا ابوالکلام آزاد اقلیمِ صحافت کے عظیم ستون | ڈاکٹر احسان عالم دربھنگہ | 26 |
| آپا گلشن۔ سچی کہانی | امجد مرزا امجد | 28 |
| جستہ جستہ | عطاء القادر طاہر | 32 |
| چیف آف آرمی سٹاف جنرل قمر جاوید باجوہ سے ملاقات | عارف انیس | 38 |
| کنیڈا میں یادگار مشاعرے کا انعقاد | عبدالحمید حمیدی | 40 |

قارئین سے گزارش ہے کہ اپنی سالانہ چندہ فیس نیچے دیئے گئے اکاؤنس نمبر میں ٹرانسفر کرکے ممنون فرمائیں۔ جزاکم اللہ

HSBC London UK A/C 04726979 Sort Code 400500

رانا عبد الرزاق خاں

## اداریہ

رانا عبدالرزاق خان

# وزیراعظم پاکستان کے نام کھلا خط

محترم جناب وزیراعظم عوامی جمہوریہ پاکستان عمران خان صاحب آپ نے ہسپتالوں میں بائیومیٹرک سسٹم لگوایا تو ڈاکٹروں نے ہڑتال کی۔آپ نے سکولوں کالجوں یونیورسٹیوں کا سسٹم ٹٹولا تو اساتذہ پروفیسرز اور لیکچرز حضرات نے ہڑتال کی۔اپ نے ہیلمٹ پہننے کو کہا تو عام آدمی نے ہڑتال کی۔اپ نے تاجر برادری کو ٹیکس نیٹ میں شامل کرنے کی بات کی تو ملک کی تاجر برادری نے شہر ڈاؤن ہڑتال کی۔آپ نے صفائی کی عادت عام کرنے کی بات کی تو آپ کو لوگ پاگل سمجھنے لگے۔آپ نے پودے لگانے کی بات کی تو آپکا مذاق اُڑایا گیا۔عرض اپ نے اسلامی فلاحی مملکت کی بات کی تو آپ کی راہ میں روڑے اٹکائے گئے۔وزیراعظم صاحب ہم وہ قوم نہیں ہیں جن کے لئے آپ وہ خواب دیکھ رہے ہیں۔ہم اس کلچر کا حصہ نہیں ہیں جس سے ملک ترقی کرسکتا ہے۔ہمارے لئے یہ ایک نیا اور منفرد نظام ہے۔جس کو اپنانے میں ہمیں صدیوں لگ سکتے ہیں۔وزیراعظم صاحب اصل مسئلہ کلچر کا ہے۔ہمارا کلچر نہیں ہے کہ ہم ٹیکس دیں۔ہمارا کلچر نہیں ہے کہ ہم ہیلمٹ پہنیں ہمارا کلچر نہیں ہے کہ ہم درخت اگائیں۔ہمارا کلچر نہیں ہے کہ ہم آس پاس صفائی رکھیں ہمارا کلچر نہیں ہے کہ ہم وقت کی پابندی کریں ہمارا کلچر نہیں ہے کہ ہم میرٹ پر آکر اپنی نوکری پر جائیں ہمارا کلچر نہیں ہے کہ ہم بغیر رشوت کے اپنا کام نکلوالیں ہمارا کلچر نہیں ہے کہ ہم خواتین کا احترام کریں۔ہمارا کلچر ہے ٹیکس چوری، ہمارا کلچر ہے۔جھوٹ، ہمارا کلچر ہے کم تولنا، ہمارا کلچر ہے ذخیرہ اندوزی، ہمارا کلچر ہے ناجائز منافع خوری، ہمارا کلچر ہے گندگی، ہمارا کلچر ہے رشوت، ہمارا کلچر ہے اقربا پروری، ہمارا کلچر ہے رات کو دیر تک جاگنا صبح دیر تک سونا ہمارا کلچر ہے کاہلی سستی، ہمارا کلچر ہے ملاوٹ، ہمارا کلچر ہے مضر صحت گوشت بیچنا، ہمارا کلچر ہے خواتین کی بے حرمتی، ہمارا کلچر ہے ٹریفک قوانین کی خلاف ورزی، ہمارا کلچر ہے ڈیوٹی اوقات میں اپنا ذاتی کام کرنا، ہمارا کلچر ہے دیر سے کام پر آنا ہمارا کلچر معاشرے میں ہر غلط کام کو ترویج دینا اور اس پر فخر کرنا۔ایسا کوئی کلچر ہمارا نہیں ہے، ہم بے عمل سرکاری طور پر تسلیم کئے جانے والے مسلم ہیں، ہم تکفیر باز ملاں کے ساتھ ہیں مگر اسے ووٹ نہیں دیتے۔کیونکہ ہم اس کے عمل کو جانتے ہیں، ہم منتشر قوم اور بدکردار عوام ہیں، ہم مسلم ہی مسلم کا گلا کاٹتے ہیں، ہم میں ہر وہ برائی ہے جو ہنود و یہود میں پائی جاتی ہے۔ہم اسلام کے نہیں اسلام آباد کے عاشق ہیں، ہم خود پسند، متکبر، جاہل، ہیں۔

اسلام جس کی تعلیمات ہمیں مل چکی ہیں۔ہمارا ایسا کوئی کلچر نہیں ہے جس سے یہ لگ سکے کہ ہم ذمے دار شہری، قابل اعتبار سرکاری ملازم، ایماندار پولیس، محنتی طالب علم، محب وطن تاجر، ایک خدمتگار ڈاکٹر غرض کہ ہم کسی بھی شعبے میں اس کلچر کا حصہ نہیں ہیں جس کا ہمیں درس دیا گیا تھا۔اسلئے یہ نئی نئی چیزیں ہمیں بہت عجیب لگ رہی ہیں اور ان نئی چیزوں کو اُٹھانا اور ان پر عمل کرنا ہمارے لئے ممکن نہیں۔ہم جنگل میں رہنے کے عادی ہو گئے ہیں اور جنگل میں انسانوں کا قانون نہیں چلتا۔لیکن جنگل میں ڈنڈے کا کلچر چلتا ہے۔ہمارا کلچر ڈنڈا ہے جتنا زور سے پڑے گا اتنا گہرا اثر ہوگا۔اُمید ہے اپ میری بات سمجھ گئے ہونگے۔چونکہ ہم عمل سے سور اور بندر ہیں، بھیڑیئے ہیں۔اس لئے ہمیں ایک ہی لاٹھی سے ہانکیئے ہم غلام قوم کی ذہنیت سے مرصع ہیں۔اس لئے ہم پر ڈنڈا چلایئے۔ہم غدار قوم کے سپوت ہیں اسلئے ہمیں مصلوب کیجئے۔یہی ہمارا علاج ہے۔جب ہم لیڈر بن جاتے ہیں تو پھر ہم فراعین اور یزیدوں کا رُوپ دھار لیتے ہیں۔وطن فروش، ضمیر فروش، ایمان فروش، بن جاتے ہیں۔RAW,MOSAD,CIA کے ایجنٹ بن جاتے ہیں۔کسی ملکی ویزہ تک کے لئے ہم کوئی بھی جعل سازی اور کذب بیانی کر جاتے ہیں۔ہمارے سب بیوروکریٹ مغربی تہذیب اور شباب و کباب و ناب کے دلدادہ ہیں۔پورن گرافی، ریپ، وہ بھی کم سن بچیوں سے ہمارا شعار ہے۔ہمارے علمائے سُو بندر اور سور بلکہ باریش بھیڑیئے ہیں۔ہم ٹیکس دینا گوارا نہیں کرتے۔بلکہ زکوۃ اور عشر، تک ہڑپ کر جاتے ہیں۔ہم اکثریت کے گھمنڈ میں اقلیت کو کچا چبانا جانتے ہیں۔ہم کسی بھی کلمہ گو کو یزیدی روّیے سے بہ یک جنبشِ قلم کافر کہہ دیتے ہیں۔ہم کشکول بردار گداگر کی طرح در در کی خاک چھان رہے ہیں۔ساری دنیا ہمیں گرے لسٹ میں ڈالنے کو ہے۔گرین پاسپورٹ دیکھتے ہی ہر امیگریشن ہم پر جھپٹ پڑتی ہے۔بلکہ کپڑے اُتروالیتی ہے۔سارا عالم اسلام ہمارے شہریوں کو ایک فقیر جانتا ہے اور ساری دنیا ہمیں دہشت گرد جانتی ہے ۔ہم نے تو داتا صاحب اور دیگر اولیاء اللہ کی ایک نہیں مانی، کوئی عمل نہیں کیا صرف قبروں پر چادریں چڑھا کر، میلے، لگا کر، قوالی گا کر، لنگر تقسیم کر کر کے اُن کو راضی کرنے کی ناکام کوشش کی۔۔وزیراعظم صاحب تم کس باغ کی مولی ہو۔اور کیا ترقی معکوس کے خواب دیکھ رہے ہو۔ان تلوں میں کوئی تیل نہیں۔یہ قوم منکر اور بے لگام ہے۔بے عمل ہے، جاہل ہے۔بنی اسرائیل کی وارث ہے۔اس لئے اس قوم سے کوئی اُمید نہ لگاؤ۔یہی قوم تمہیں ایک دن مار کر خوش ہوگی۔اس قوم نے ہمیشہ اپنے محسنوں سے بے وفائی کی ہے۔اور بیرونی حملہ آوروں کا دُم چھلہ بنی ہے۔اس قوم میں پاکستان کے وجود کے مخالف سرگرم ہیں، جماعت اسلامی، احرار، جمیعت علمائے اسلام، خاکسار، نیشنل عوامی پارٹی، خاکسار اور علمائے سُو۔ن لیگ، پی پی پی۔ایم کیو ایم، سندھو دیش پارٹی، بی ایل اے۔پہلے ساری قوم کی تربیت ضروری ہے۔یہ منتشر اقوام کا ملغوبہ ہے۔اللہ تعالی ہم سب کا حامی و ناصر ہو آمین۔انا للہ و انا الیہ راجعون۔ ***

# آدم چغتائی۔ 'شاعری کے تناظر میں'

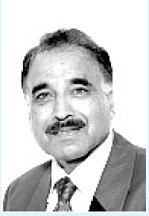

اسحاق ساجد
جرمنی

مرے سامنے آدم چغتائی کا شعری مجموعہ ''نوائے آدم'' ہے جسے میں نے بہت غور سے پڑھا ہے۔ آدم چغتائی کے اشعار میں وہ ساری خوبیاں موجود ہیں، جو انہیں اچھا غزل گو شاعر ثابت کرنے کے لئے کافی ہے۔ آدم چغتائی کی تعریف اس لئے بھی کرنی ہو گی کہ اُنہوں نے نئی فکر نئی سوچ اور نئے اسلوب کو اپنایا ہے۔ اور ایک الگ راستہ اختیار کیا ہے۔ آپ کی غزلوں میں زندگی سے جڑے اشعار کی کمی نہیں آپ نے اپنے اشعار میں رنج و غم ہجر و فراق کا اور شکستہ خوردگی کا رونا نہیں رویا بلکہ عزم و حوصلے سے کام لیا ہے۔ سچے شاعر کے جذبے فطرت کے تقاضوں سے قطعی نہیں ٹکراتے۔ ذات کے سارے کرب لفظوں میں ڈھال کر غزل کے امکانات تک پہنچ جانے کا فن آدم چغتائی خوب جانتے ہیں۔ الفاظ کی نئی ساخت اور نئے لہجوں کو بڑی خوبصورتی سے اپنے مزاج میں جذب کر کے اظہار کی نئی قوتوں سے اپنی شاعری کو متعارف کرنا ان کا فن بن جاتا ہے۔ آدم چغتائی کے احساسِ تنہائی نے کئی نئی علامتوں اور اشاروں کو تراشا ہے اور مرے نزدیک اچھا شعر وہ ہے جس میں سادگی اصلیت اور جوش ہو۔ اور اچھا شعر واقعی وہی ہوتا ہے جس کے معانی الفاظ سے پہلے ذہن میں آ جائیں آدم چغتائی کے کلام کا بغور جائزہ لیا جائے تو یہ بات واضح ہو جائے گی کہ وہ اپنے سینے میں ایک دردمند دل رکھتے ہیں اور ایسے میں سماجی بدحالی اعلیٰ اقدار کا زوال انہیں بے چین کر دیتا ہے اور وہ اسے شعری پیکر میں ڈھالنے کے لئے بے چین ہو جاتے ہیں۔ آدم چغتائی کے اشعار میں بلا کی تاثیر ہے۔ آدم چغتائی نے شاعری کو آواز کی تصویر اور تصویر کی آواز کا متبادل ہنر بنا دیا ہے۔ آپ اپنی ہی ایجاد کردہ زمینوں پر ترنم کے ساتھ غزلیں سناتے ہیں تو مشاعرہ لوٹ لیتے ہیں اس کے علاوہ وہ کسی خاص تکنیک کو عمل میں نہیں لاتے بس سادہ ترنم ہی کام کر جاتا ہے۔ آپ کی آواز دکھی انسان کی آواز ہے جو سرابوں میں چشمہء آب کی جستجو میں سرگرداں ہے اور مرے نزدیک یہ ہنر بھی فن میں آتا ہے۔ جب آدم چغتائی غزل ترنم سے سنا رہے ہوتے ہیں تو ایسا لگتا ہے جیسے زندگی کی تعمیر کا سفر مختلف ٹکڑوں میں بٹ کر بکھر گیا ہو۔ ان کے ترنم کا لہجہ نہ صرف ہمیں مرعوب کرتا ہے بلکہ ذہنوں کو جھنجھوڑتا بھی ہے۔ آدم چغتائی حقیقت اور سچائی کے پرستار ہیں ان کی شاعری میں جگہ جگہ اس کا عکس ملتا ہے وہ سچ کو سچ کہتے ہیں اور سچ کہنے میں کسی مصلحت سے کام نہیں لیتے آپ کے شعر پڑھ کر ان کے صاف و شفاف کردار کا اندازہ ہوتا ہے۔ ہر شخص کو اپنے وطن سے پیار ہوتا ہے آدم چغتائی کے اشعار میں وطن کی محبت کو محسوس کیا جا سکتا ہے اور یہ فطری امر ہے۔ وطن سے بچھڑنا ہجرت کرنا معمولی بات نہیں۔ یہ وہ دکھ ہوتے ہیں جو انسان کو اندر اندر کھا جاتے ہیں۔ آدم چغتائی کا یہ دکھ بھی ان کے فن میں سرائیت کر چکا ہے۔ جسے ان کے اشعار میں محسوس کیا جا سکتا ہے۔ آدم چغتائی کا ارتقائی سفر خوب سے خوب کی جانب جاری ہے میں ان کے کل کے درخشندہ اور تابندہ ہونے کی پیشن گوئی کر کے اپنی بات ختم کرتا ہوں اور ان کے چند اشعار پیش کرتا ہوں۔

مَرے جن کے لئے احساس بھی ان کو نہیں آسکا
سلیقے سے ہمیں کچھ کام کرنا ہی نہیں آتا
عہدِ جنوں بھی کٹ گیا، عمرِ عزیز بھی
میں ہی تیرے وصال کا ساماں نہ کر سکا
چاند کو عرش پہ تاروں نے سجا رکھا ہے
ہم نے آنکھوں میں تیرا عکس بسا رکھا ہے

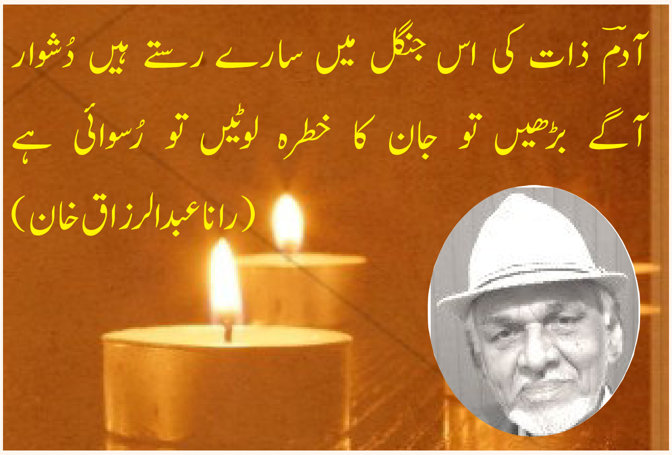

# شاعر مترنم محترم عبدالواسع (آدم چغتائی) برمنگھم میں 21 جولائی کو انتقال کر گئے

آپ کئی ہفتوں سے بیمار تھے۔آپ 1962ء میں برطانیہ تشریف لائے اور برمنگھم کے ہو کر رہ گئے۔آپ کی پیدائش 1934ء کی ہے۔آپ کی عمر 85 سال ہوئی آپ چغتائی خاندان لاہور کے چشم و چراغ تھے۔آپ حضرت محمد حسین حکیم مرہم عیسیٰ کے پسر عزیز تھے۔اور رئیس لاہور محترم میاں چراغ دین صاحب کے پوتے تھے۔آپ کے والد حضرت محمد حسین حکیم مرہم عیسیٰ کی طبی خدمات عظیم الشان ہیں۔جن کی کئی کتب شائع ہو چکی ہیں۔لاہور سے ماہنامہ ’’حکیم حاذق، آفتاب حکمت‘‘ ساری زندگی نکالتے رہے۔آدم چغتائی ایک قد آور ادبی شخصیت کے مالک تھے۔پچاس سال سے برطانیہ میں اُردو ادب کی مجالس کا مرکز رہے۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو لحن داؤدی سے نوازا تھا۔جس محفل میں بھی شامل ہوتے، چھا جاتے۔انتہائی با اخلاق، منکسر المزاج، حلیم طبع اور ایک نفیس کردار تھے۔ہمیشہ ادبی مجالس کا مرکز رہے۔نعت اور حمد پر آپ کو مکمل عبور حاصل تھا، آپ کے دو مجموعہ کلام منظر عام پر آچکے ہیں، نوائے آدم، جستجوئے جمال، جو کہ شاعری میں ایک قیمتی اثاثہ ہیں۔بلاتمیز مذہب و ملت آپ ہر ادبی محفل میں شریک ہوتے تھے۔اور بڑے شوق سے پاک و ہند سے آنے والی ادبی شخصیات کے اعزاز میں ادبی محافل کا انعقاد آپ کی طبیعت کا خاصہ تھا۔آپ قابل احترام وجود تھے۔ہمارے تینوں معزز خلفاء کرام (ثالثِ، رابع، خامس ایدہ اللہ) سے آپ نے کلام سنا کر بہترین داد حاصل کی۔خدا تعالیٰ غریق رحمت کرے۔آمین۔آپ نے ایک اہلیہ دو بیٹے اور دو بیٹیاں اور کئی نواسے نواسیاں اور پوتے پوتیاں سوگوار چھوڑے ہیں۔خدا تعالیٰ ان سب کو صبر جمیل سے نوازے۔آمین۔

## OUR BELOVED POET

### Maukaram Abdul wasey Adam Chughtai sahib
### s/o Hazrat Mohammad Hussain hakeem Merhame Isa.

This is with great sadness that we inform you that Maukaram Abdul Wasey Adam Chughtai sahib passed away on 21st july at the age of 85in Birmingham Uk.

Inna lillahe wa inna Ilehi rajioon.He was the son of Hazrat Mohammad Hussain hakeem Merhame Isa. He had two sons and two daughters

Mukaram Adam Chugtai sahib was a famous poet and writer for the last 50years. he He was the author of many poetry books. He attended many international Mushairas in presence of world famous poets Saqib zeervi, Jagan nath Azad, Baksh Laylpuri, Bulbul Kashmiri, Nasir Ilyas Dehalvi, Sohan Rahi, B.A.Rafiq. Nasim Saifi.Ather. Raz.Shareef Baqa. Mahmoodulhassan. Obedullah Aleem. Amjad islam Amjad ,Ferhat Abaass Shah, Mubarik Siddiqi, Ahmad Fraz, Ataul haq qasimi, Nikhat iftikhar, Anwar Masud, Ch Muhamad Ali Muztir Rasheed Qaiserani Abdul kareem Qudsi and Mubarik Aabid. He was a very very kind and humble person and was known in literary circles for his melodious voice. He was given the title of Shaire Mutaranum.

We extend our heartfelt condolences to his family members.

May Allah grant deceased a lofty station in paradise ameen .

**Rana Abdul Razzaq Khan.**

Chairman Literary Forum UK .Chairman Faiz Ahmad Faiz Award UK.
Chairman Bazme Sukhan UK. Senior journalist Anchor writer Poet Critic.
Chief editor Qandeele adab .Chief editor Qandeele Haq.

# شریف اکیڈمی جرمنی فرینکفرٹ کے زیرِ اہتمام

# عید ملن پارٹی اور مشاعرہ

رپورٹ:
رانا عبدالرزاق خان

**پروگرام کی صدارت شاعر ادیب اور دانشور اقبال حیدر نے کی جبکہ مہمان خصوصی سماجی رہنما محمود سعید تھے۔ محترمہ فہمیدہ مسرت اور محترمہ عشرت مٹو بطور مہمان اعزاز اسٹیج پر جلوہ افروز تھی پروگرام کے نظامت کے فرائض محترمہ طاہرہ افضل نے سرانجام دیئے۔**

محترمہ عایشہ طارق کو شریف اکیڈمی فرینکفرٹ کی نائب صدر نامزد ہونے پر سرٹیفیکیٹ آف آنر بدست سید اقبال حیدر اور محمود سعید پیش کیا گیا

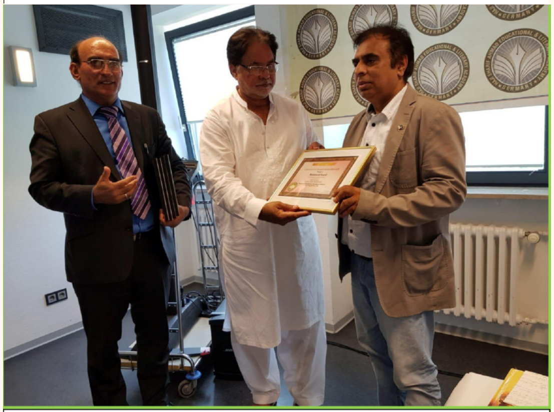

محمود سعید۔ چئیر مین۔ ہم ہیں پاکستان۔ کو انکی ملک و قوم کی خدمات کے اعتراف میں اعزازی سند سے نوازا گیا، یہ سند اعزاز بدست سید اقبال حیدر پیش کی گئی۔ بر

(ڈایریکٹر میڈیا۔ شریف اکیڈمی)

پروگرام کے آغاز میں مہمانان گرامی کو ان کے تعارف کے ساتھ اسٹیج پر متمکن ہونے کی دعوت دی گئی اور پروگرام کی ترتیب و پیشکش پیش کی گئی اس کے بعد حسب روایت علم و ادب کے فروغ کے عزم کا اظہار کرنے کے لیے علم کی شمع روشن کی گئیں جس کی سعادت صدر محفل اقبال حیدر کو حاصل ہوئی۔ جس کے بعد پروگرام کی ترتیب پیش کی گئی۔ محترمہ فہمیدہ مسرت میں شفیق مراد کو پھولوں کا بکہ پیش کیا اور اپنی کتاب کربِ نارسائی بصد احترام پیش۔ متعدد کتابوں کے مصنف اور محقق خورشید علی نے انسانی رویوں پر دو کہانیاں پیش کیں جسے سامعین نے ہمہ تن گوش ہو کر سنا اور بہت پسند کیا ان کہانیوں میں شعور ذات اور آگہی کا پیغام تھا اس کے بعد تمام دوستوں کو اظہار خیال کی دعوت دی گئی۔ خالد شبیر نے کہا کہ پیارے آقا و مولا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ علم حاصل کرو خواہ تمہیں چین جانا پڑے اس سے یہ مراد ہے کہ ہمیں علم

حاصل کرنے کے لئے ہر قسم کی سہولتیں اور سفر کی صعوبتیں اور تکلیف برداشت کرنے کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ سماجی رہنما اور تنظیم ۔ہم ہیں پاکستان ۔ کے جنرل سیکٹری اسد اللہ طارق نے کہا کہ آنے والی نسلوں کو نہ صرف جرمنی بلکہ اردو پر بھی عبور حاصل ہونا چاہیے انہوں نے مزید کہا کہ وہ پاکستان سے اردو نصاب سے متعلقہ کتب لانے کے لئے اپنی خدمات ادا کرنے کو تیار ہیں۔ ہم ہیں پاکستان کے چیئرمین محمود سعید نے کہا ہماری اولین کوشش ہے کہ پاکستان کا نام روشن کریں۔ شریف اکیڈمی کے مقاصد کے حصول کے لیے ہم ہر قسم کا تعاون کرنے کو تیار ہیں ہیں چنگاری ڈاٹ کام کے ایڈیٹر دانیال رضا نے کہا کہ علم و ادب کی خدمت ذاتی مفاد و مقاصد سے بلند ہو کر کرنی چاہیئے اور تمام تنظیموں کو مل کر اس میں اپنا حصہ ادا کرنا چاہیے۔ خالد رشید نے جرمنی میں جرمن زبان کے سیکھنے سکھانے پر زور دیتے ہوئے کہا کہ یہ وقت کی اہم ضرورت ہے اور اس کے لیے ایک طریقہ کار ہونا چاہیے اس موقع پر شفیق مراد نے اسٹیج پر آ کے کہا کہ پاکستانی بچوں نے یوٹیوب پر اردو زبان سکھانے کے لیے چینل تیار کر رکھا ہے اور ہماری خوش قسمتی ہے کہ ان بچوں کی ماں یہاں موجود ہیں ہم انہیں سلام پیش کرتے ہیں اور انہوں نے محترمہ صائمہ کمال کو اسٹیج پر مدعو کیا۔ عشرت منٹو نے نپولین کے قول کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ تم مجھے اچھی مائیں دو میں تمہیں اچھی قوم دوں گا انہوں نے کہا کہ قوموں کی ترقی میں ماں کا کردار بہت اہم ہے لہٰذا ماؤں کو اپنے بچوں کی تربیت پر خاص توجہ دینی چاہیئے بعد ازاں اقبال حیدر نے اپنے خطاب میں علم کے پھیلاؤ پر زور دیا اور کہا کہ ہم کچھ ذمہ داریاں پاکستان سے لے کر آئے تھے اور جب یہ ذمہ داریاں نبھا چکے تو علم و ادب کے فروغ کے لیے حلقہ ادب کی بنیاد رکھی اور عرفان خان صاحب بھی ہمارے ساتھ شامل تھے انہوں نے ماں کی ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ باپ کی ذمہ داریوں پر بھی توجہ دلائی اس طرح پروگرام کے پہلے حصے کا اختتام ہوا۔

شریف کیڈمی جرمنی کے زیر اہتمام شائع ہونے والی کتاب ۔شہر سخن ۔محترم اقبال حیدر کو پیش کی گئی جب کہ محترمہ فہمیدہ مسرت کو شریف اکیڈمی کے زیر اہتمام شائع ہونے والی کتاب ۔ ہمارے سخنور جو کہ انتخاب کی کتاب ہے پیش کی گئی اسی طرح محترمہ صائمہ کمال کو انتخاب کی کتاب ۔ تیری آنکھیں ۔ پیش کی گئی۔ حب الوطنی کی بنیادوں پر قائم ہونے والی تنظیم کے چیئرمین محمود سعید کو انکی خدمات کے اعتراف میں سند پیش کی گئی۔ جو اقبال حیدر اور شفیق مراد نے پیش کی۔ شریف اکیڈمی کی نئی مجلس عاملہ کو اعزازی اسناد بدست اقبال حیدر اور محمود سعید پیش کی گیئں ۔محمد سلیم بھٹی کو بطور صدر محترمہ عائشہ طارق کو بطور نائب صدر اور محترمہ طاہر فضل کو بطور جنرل سیکٹری اعزازی اسناد سے نوازا گیا جس کے بعد مشاعرے کا آغاز ہوا۔ مشاعرے میں عطاء الرحمن اشرف ۔امتیاز احمد ۔سلیم بھٹی ۔آفتاب حسین ۔عشرت منٹو۔ فہمیدہ مسرت ۔شفیق مراد اور اقبال حیدر نے اپنا کلام پڑھ کر سامعین کی سماعتوں کو معطر کیا اور اس طرح یہ محفل اپنے اختتام کی جانب رواں دواں ہوئی بعد میں فوٹو سیشن ہوا اور تمام مہمانوں کی خورد و نوش سے تواضع کی گئی۔ **

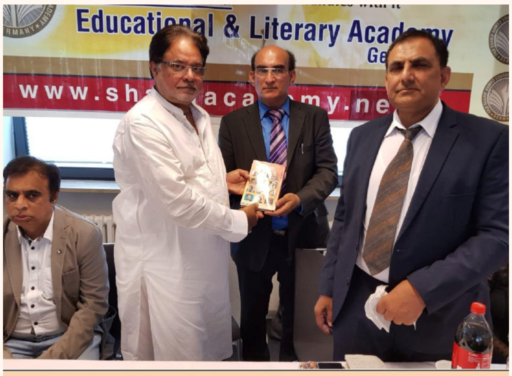

شاعر ادیب دانشور اور صدر محفل سید اقبال حیدر کو عید ملن پارٹی اور مشاعرے کے موقع پر شریف اکیڈمی کے زیر اہتمام شائع ہونے والا انتخاب ۔۔ شہر سخن ۔۔ شفیق مراد پیش کر رہے ہیں۔ ان کے ہمراہ محمد سلیم بھٹی صدر شریف اکیڈمی فرینکفرٹ کھڑے ہیں

محترمہ طاہرہ فضل کو شریف اکیڈمی فرینکفرٹ کا جنرل سیکرٹری نامزد ہونے پر سرٹیفیکیٹ آف آنر سے بدست سید اقبال حیدر نوازا گیا۔

## تنویر احمد ناصر

عشق جو دار تک نہیں پہنچا
اوج کردار تک نہیں پہنچا
رنگ ہو نور ہو مہ و پارہ
چشم مے خوار تک نہیں پہنچا
اس کا کھلنا عبث ہے گلشن میں
گل جو دستار تک نہیں پہنچا
کوئی طائر بھی خوش نوائی میں
اس کی گفتار تک نہیں پہنچا
دل دیا بے طرح جلا شب بھر
اشک خوں بار تک نہیں پہنچا
نالہ کرتا تھا رات بھر ناصر
آہ بیمار تک نہیں پہنچا

# غزلیات

## ساحل سلیم

ہوتا ہے میرے کان میں اعلان مسلسل
کرتا ہے مجھے کوئی پریشان مسلسل
وہ شور کہ کچھ بھی سنائی نہیں دیتا
بجتے ہیں اکیلے میں میرے کان مسلسل
شاید میری بینائی میں کچھ نقص ہے، مجھ کو
حیوان نظر آتے ہیں، انسان مکمل
میں شاعرِ مسکیں ہوں، غزل دل پہ لکھتا ہوں
چھپتے ہیں بڑے لوگوں کے دیوان مسلسل
آنے نہیں پاتے کہ چلے جاتے ہیں پیسے
مر مر کے یہاں ہوتی ہے گزران مسلسل
لُوٹے چلے جاتے ہیں غریبوں کی کمائی
رہتے ہیں بڑے ٹھاٹھ سے سلطان مسلسل
ووٹوں کے عوض چور بھی بنتے ہیں سپاہی
یہ دیکھ کہ ہوتا ہوں حیران مسلسل
ہے آج مسلمان منافع میں سرار
نوٹوں کے عوض بیچ رہے ہیں ایمان مسلسل
غلے کی جگہ کھیت میں اگتی ہے تباہی
ہے آج کا دہقان پریشان مسلسل
تا عمر کبھی پھول نہ جن ہاتھوں نے تھامے
مٹی سے بناتے ہیں ہیں ہو گلدان مسلسل
ہے قحط زمانہ میں بھلے لوگوں کا ساحل
پر شہر ہوئے جاتے ہیں گنجان مسلسل

## عبدالصمد قریشی

غم کی تصویر اُسے بھی تو بناتی ہوں گی
مدھ بھری یادیں اُسے بھی تو ستاتی ہوں گی
کبھی تنہائی میں اور شام کے سناٹوں میں
وہ حسیں باتیں اُسے بھی تو رُلاتی ہوں گی
اُس کی پلکوں کے دیئے بھی تو سُلگتے ہوں گے
بھیگی برساتیں اُسے بھی تو جلاتی ہوں گی
وہ بھی ماضی کے اُجالوں میں بھٹکتا ہوگا
چاندنی راتیں اُسے بھی تو جگاتی ہوں گی
تتلیاں اب بھی اُسی شاخ سے لپٹتی ہوں گی
اس پہ بے تاب سی پریاں بھی تو آتی ہوں گی

## محمد علی مظفرؔ

تیرے کوچے میں بکھر جاؤں اگر!
حادثہ اک یہ بھی کر جاؤں اگر!
اپنی غزلوں کو سجا کر طشت میں
تیرے دروازے پہ دھر جاؤں اگر!
عہد کی تصویر کو کرکے خفا
اس میں کوئی رنگ بھر جاؤں اگر!
میں تیرا ہی عکس ہوں لیکن ترے
پاس سے ہو کر گزر جاؤں اگر!
واپس آجاؤں میں اپنے آپ میں
اپنی آہٹ سے نہ ڈر جاؤں اگر!
کیوں بلا بھیجا تھا اتنے پیار سے
اب کبھی واپس نہ گھر جاؤں اگر!
تجھ سے ملنا تو انوکھی بات ہے
خود سے مل کر بھی مُکر جاؤں اگر!
حادثہ ہو جائے شہرِ ذات میں
اس ٹریفک میں ٹھہر جاؤں اگر!
کوئی سمجھے گا نہ اب میری زباں
لوٹ کر بارے دِگر جاؤں اگر!
عقل کے میدان میں کھا کر شکست
عشق کی بازی بھی ہر جاؤں اگر!
جی اُٹھوں مظفرؔ! ہمیشہ کے لئے
مسکرا کر آج مر جاؤں اگر!

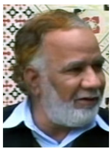

آنکھیں خشک نہیں ہوتی ہیں

## عبدالکریم قدسی

آنکھیں سرخ تعصب کی ہیں اور مزاج بھی برہم ہے
قدم قدم پر گجرانوالہ قدم قدم پر جہلم ہے
ظلم وستم کی آگ کی حدت دل میں سب محسوس کریں
لیکن اس پر کھل کے بولنے والا طبقہ کم کم ہے
تم دیکھوگے اندھیروں کا سینہ چیر کے رکھ دیگا
معمولی سا دیا یہ جس کی لو بھی مدہم مدہم ہے
خوب کمائی کرتے ہیں یہ بلوائیوں کے ڈیریدار
نفرت کے بیوپاریوں کے ہاتھوں میں بدامنی کا پرچم ہے
رنگ ونسل ،عقیدے اور قبیلے کی تفریق نہیں
اپنی نظروں میں دنیا کا ہر انسان مکرم ہے
ایک حکم حاذق ایسا بخشا ہم کو اللہ نے
جس کے پاس شفا کا شہد ہے اور دعا کی مرہم ہے
زخم ہرے ہوتے رہتے ہیں ٹیسیں بڑھتی جاتی ہیں
آنکھیں خشک نہیں ہوتی ہیں قدسی کیسا موسم ہے

## ملبے سے برآمد شدہ
## نامعلوم

کسی تہران کی نیندیں نہ ٹوٹیں
کسی کابل نے انگڑائی نہیں لی
کسی شیراز سے دعوت نہ آئی
کسی بغداد سے پرسہ نہ پہنچا
کسی اسپین سے رحمت نہ آئی
امیرانِ حرم پٹرول پی کر
نواحِ شام کو جھلسا رہے تھے
اخیری ساعتوں کا حال یہ تھا
کہ فتوے آدمی کو کھا رہے تھے
کئی باجوڑ اور لاہور اُجڑے
ہرے پتے شجر سے جھڑ رہے تھے
کئی فجریں مُقفّل ہو رہی تھیں
عشاؤں کی ردائیں چھن رہی تھیں
کہیں گنگا کا پانی جل رہا تھا
کہیں پر بوٹ بھاری پڑ رہے تھے
تباہی تو گلی میں گھومتی تھی
مگر سب فیس بک پر لڑ رہے تھے
براؤزر ہسٹری میں جا کے دیکھا
کوئی تاریخ سی تاریخ نکلی!
''یہودی سازشوں'' کی تہتوں میں
بدیسی عورتوں کی بھیک نکلی
یہ غربت! بھوک کے ماروں کی غربت
سہولت اے پراڈو کی سہولت
نواحِ ایشیا! معتوب آدم
ازل کے چوک میں مصلوب آدم
بہت ''بیکار'' تھا، جو سوچتا تھا
وہی ''غدّار'' تھا، جو بولتا تھا

## احمد منیب

وہ جو سربستہ ابتدا میں تھا
سربسجدہ صدف حرا میں تھا
عرش پر صاحبِ فراش تھا دل
اشک میرا ابھی خلا میں تھا
کوئی بدمست رُو بروئے عشق
بابجولاں اُسی صدا میں تھا
گل وہ تھا اک عجیب جوبن پر
رقصِ نیرنگیء فضا میں تھا
میں نے پایا نہ مہر و مہ بن کر
جو مزہ حالتِ فنا میں تھا
میں تھا لفظوں کی قید میں احمد
وہ تو احساسِ مدعا میں تھا

## اطہر حفیظ فراز

ہاتھوں میں اس کے ہاتھ ہے اور چاند رات ہے،
دل دل کے ساتھ ساتھ ہے اور چاند رات ہے
کلیاں ہیں اس کی زلف میں، گجرے ہیں ہاتھ میں،
حوروں کو آج مات ہے اور چاند رات ہے
اک تو تیرا خیال ہے وجہ نزول غزل
اس پر قلم دوات ہے اور چاند رات ہے
دل میں جسے بسا لیا، قابض ہے روح پر
حد تجاوزات ہے اور چاند رات ہے
وہ بھی تو میرے عشق میں آراستہ ہوا،
وہ جو غزل صفات ہے اور چاند رات ہے
دلہا مرا یہ عشق ہے، دلہن ترا جمال
شعروں کی اک بارات ہے اور چاند رات ہے
وہ چوڑیاں پہنتی ہے، گائے ہے گیت بھی،
شیشے میں نشریات ہے اور چاند رات ہے
اس کے اٹھاؤں ناز یا اس کا چراؤں دل،
جذبوں کا اک فرات ہے اور چاند رات ہے
کومل فراز!! دل مرا، اس پر یہ ظلم ہے،
نظروں کی واردات ہے اور چاند رات ہے

## مرسلہ۔ فضیل عیاض احمد

یہ جو ننگ تھے، یہ جو نام تھے، مجھے کھا گئے
یہ خیالِ پختہ جو خام تھے، مجھے کھا گئے
کبھی اپنی آنکھ سے زندگی پہ نظر نہ کی
وہی زاویے کہ جو عام تھے، مجھے کھا گئے
میں عمیق تھا کہ پلا ہوا تھا سکوت میں
یہ جو لوگ محوِ کلام تھے، مجھے کھا گئے
وہ جو مجھ میں ایک اکائی تھی وہ نہ جُڑ سکی
یہی ریزہ ریزہ جو کام تھے، مجھے کھا گئے
یہ عیاں جو آبِ حیات ہے، اِسے کیا کروں
کہ نہاں جو زہر کے جام تھے، مجھے کھا گئے
وہ نگیں جو خاتمِ زندگی سے پھسل گیا
تو وہی جو میرے غلام تھے، مجھے کھا گئے
میں وہ شعلہ تھا جسے دام سے تو ضرر نہ تھا
یہ جو وسوسے تہہِ دام تھے، مجھے کھا گئے
جو کھلی کھلی تھیں عداوتیں مجھے راس تھیں
یہ جو زہر خند سلام تھے، مجھے کھا گئے

## افتخار راغب

خرد گزیدہ جنوں کا شکار یعنی میں
ملا تھا غم کو بھی اک غم گسار یعنی میں
محبتیں نہ لٹاتا تو اور کیا کرتا
وفورِ شوق کا آئینہ دار یعنی میں

چمک رہا تھا موافق تری توجّہ کے
خلوص و مہر و وفا کا دیار یعنی میں
عظیم چاک پہ تھی انکسار کی مٹّی
بنا تھا کوزہ کوئی شاہکار یعنی میں
مرے خدا نہیں تھمتا یہ ظلم کا طوفان
اور اس کے سامنے مشتِ غبار یعنی میں
ہوئی تھی جب بھی ترے التفات کی بارش
لہک اٹھا تھا ترا لالہ زار یعنی میں
زہے نصیب! حوادث میں بھی نہیں ٹوٹا
ترا غرور ترا افتخار یعنی میں
ہے مستقل مرے سینے میں درد یعنی تو
نہ رہ سکا ترے دل میں قرار یعنی میں
ہر ایک بات مری کر رہا تھا رد راغبؔ
مرے سخن پہ تھا کوئی سوار یعنی میں

## محمد اسحاق عاجزؔ

بادل ریش کرتا ہوں تجھ کو وداع
الوداع الوداع الوداع الوداع
اپنے بابا کو روتے ہوئے چھوڑ کر
میری مریم چلی آج منہ موڑ کر
دل ہے ٹکڑے جگر آج چھلنی مرا
روک پاوں نہ اشکوں کا یہ سلسلہ
بادل ریش کرتا ہوں تجھ کو وداع
الوداع الوداع الوداع الوداع
میری دنیا لٹی روٹھنے سے تیرے
پونچھنے کون آئے گا آنسو میرے
دے رہا ہوں صدا جان بابا بتا
اے مری لاڈلی اے مری دلربا
بادل ریش کرتا ہوں تجھ کو وداع
الوداع الوداع الوداع الوداع
ننھی پریاں تیری دو میرے پاس ہیں
میرے جیون میں خوشیوں کی اک آس ہیں
جان سے بڑھ کے ان سے کروں گا وفا
ہے مری جان تجھ سے یہ وعدہ مرا
بادل ریش کرتا ہوں تجھ کو وداع
الوداع الوداع الوداع الوداع
تیری کلیاں ہیں مرجھا رہیں بن ترے
پوچھتی ہیں مجھے پاس آکر میرے
لفظ معصوم ہونٹوں پہ ہے یہ بسا
میری ماما کہاں ہے اے نا نا بتا
بادل ریش کرتا ہوں تجھ کو وداع
الوداع الوداع الوداع الوداع
میرے مولا نے تجھ کو بلایا وہاں
جا کے رہنا ہے آخر سبھی نے جہاں
ہے ترے حق میں بیٹی میری یہ دعا
تجھ کو فردوس اعلٰی کرے وہ عطا
بادل ریش کرتا ہوں تجھ کو وداع
الوداع الوداع الوداع الوداع

## مسعود چودھری

وہ دُھوپ کا عالم ہے کہ تپتا ہوا صحرا
ٹھہری ہوئی چھاؤں کا سہارا نہیں ملتا
ورنہ میں پہنچ جاؤں صدا حق کی لگا کر
سُولی کا مرے سر کو اشارا نہیں ملتا
میں دل کا دیا رکھوں کہاں کرکے منور
بستی میں کوئی امن چوبارہ نہیں ملتا
جو منزل مقصود کا پیغام سنائے
وہ اپنی اُمیدوں کا منارہ نہیں ملتا
گلشن یہ خزاؤں کے شکنجے سے نکل آئے
مسعودؔ کوئی ایسا اشارا نہیں ملتا

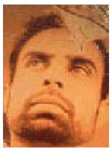

## ساجد محمود رانا

حشر میں اب حساب کیا ہوگا
سہہ لیا! اور عذاب کیا ہوگا
جن میں حیرت ہو اور بس حیرت
ایسی آنکھوں میں خواب کیا ہوگا
جو کبھی خود کو اب نہیں ملتا
وہ تجھے دستیاب کیا ہوگا
آنکھ میں شرم ہو تو ہوتا ہے
رخ پہ ویسے حجاب کیا ہوگا
جو کیا ہے بہت ہے میرے لیے
اس سے بہتر جناب کیا ہو گیا
لاش پر خامشی کا پہرہ ہے

## مبشر شہزاد گلاسگو

حق و اسلام کا جو عامل ہے
بس وہی دوستی کے قابل ہے
وہ جو لکھ پڑھ کے خود سے غافل ہے
وہی عالم جناب جاہل ہے
کس طرف جاؤں کوئی بتلائے
راستہ ہر طرف ہی مشکل ہے
یا خدا مجھ کو حوصلہ دے دے
کس طرف دور میری منزل ہے
تیری نظروں میں بس گیا ہوں میں
تیرے پہلو میں میرا ہی دل ہے
صبر کر لو میاں مبشّر تم
کوئی منصف ہے اور نہ عادل ہے

## حمد - احمد منیب

حمد و ثنا اُسی کو کہ تسلیم دی ہمیں
جس نے مشاورت کی ہے تعلیم دی ہمیں
اک ضابطہ حیات ریاست کی جان ہو
ایسی سیاستوں کی ہی تنظیم دی ہمیں
انسان کو ہے آج حقائق کی جستجو
اسلام ہے سلامتی، تفہیم دی ہمیں
پیش نظر ہو خوفِ خدا کا ہر اک جگہ
تقویٰ لباس کر دیا تکریم دی ہمیں
اب کوئی بھی نہ آئے گا لے کر نئی کتاب
یوں رحمتوں کی طاقتِ تقسیم دی ہمیں
خیرِ اُمم بنا دی ہے آلِ محمدؐ
اور ساری اُمتوں میں ہے تعظیم دی ہمیں
یہ خوئے التفات یہ الطاف یہ کرم
طاعت کے بدلے کوثر و تسنیم دی ہمیں
زخموں سے کہاں، لفظوں سے ماری گئی ہوں مَیں
جیون کے چاک سے یوں اُتاری گئی ہوں مَیں

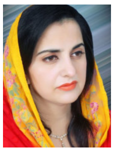

## ڈاکٹر نجمہ شاہین کھوسہ

مجھ کو مرے وجود میں بس تُو ہی تُو ملا
ایسے تری مہک سے سنواری گئی ہوں میں
افسوس مجھ کو اُس نے اُتارا ہے گور میں
جس کے لئے فلک سے اُتاری گئی ہوں مَیں
مجھ کو کیا ہے خاک تو پھر خاک بھی اُڑا
اے عشق تیری راہ میں واری گئی ہوں مَیں
لو آ گئی ہوں ہجر میں مرنے کے واسطے
اتنے خلوص سے جو پکاری گئی ہوں مَیں
میری صداقتوں پہ تمہیں کیوں نہیں یقین
سَو بار آگ سے بھی گزاری گئی ہوں مَیں
تم جانتے نہیں ہو اذّیت کے کیف کو
ہجرت کے کرب سے تو گزاری گئی ہوں مَیں
مَیں مٹ چکی ہوں اور نمایاں ہوا ہے تُو
مُرشد خمار میں یوں خماری گئی ہوں مَیں
اس وجد میں موجود کہاں ہے مرا وجود
جانے کہاں پہ ساری کی ساری گئی ہوں مَیں
مقتل میں جان دینا تھی پیاروں کے واسطے
مَیں ہی تھی ان کو جان سے پیاری ہوگئی ہوں مَیں
یہ قرضِ عشق مَیں نے چکانا تھا اس لئے
شاہین اپنی جان سے واری گئی ہوں مَیں
زخموں سے کہاں، لفظوں سے ماری گئی ہوں مَیں
جیون کے چاک سے یوں اتاری گئی ہوں مَیں

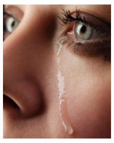

## چل آ اک ایسی نظم کہوں

جو لفظ کہوں وہ ہو جائے
بس اشک کہوں تو اک آنسو
تیرے گورے گال کو دھو جائے
میں آ لکھوں تو آ جائے
میں بیٹھ لکھوں تو آ بیٹھے
میرے شانے پر سر رکھے تو
میں نیند کہوں تو سو جائے
چل آ اک ایسی نظم کہوں
جو لفظ کہوں وہ ہو جائے
میں کاغذ پر تیرے ہونٹ لکھوں
تیرے ہونٹوں پر مسکان آئے
میں دل لکھوں تو دل تھامے
میں گم لکھوں دل کھو جائے
تیرے ہاتھ بناؤں پنسل سے
پھر ہاتھ پہ تیرے ہاتھ رکھوں
کچھ اُلٹا سیدھا فرض کروں
کچھ سیدھا اُلٹا ہو جائے
میں آہ لکھوں تو ہائے کرے
بے چین لکھوں بے چین ہو تو
پھر میں بے چین کا بے کاٹوں
تجھے چین ذرا سا ہو جائے
ابھی ع لکھوں تو سوچے مجھے
پھر ش لکھوں تیری نیند اُڑے
پھر ق لکھوں تجھے کچھ کچھ ہو
میں عشق لکھوں تجھے ہو جائے

## امجد مرزا امجدؔ

شہر سُونا ہی کر گیا جیسے
کوئی لمبے سفر گیا جیسے
غم کا سایہ گزر گیا جیسے
بوجھ سر سے اُتر گیا جیسے
نذر جانِ عزیز یوں کر دی
دل ہی دنیا سے بھر گیا جیسے
یوں لگا اپنی داستاں لکھ کر
خامہ حد سے گزر گیا جیسے
اُنکو احساس ہو گیا میرا
اب مقدّر سنور گیا جیسے
یوں رکھا ہاتھ اُنھوں نے سینے پر
دل کا ناسُور بھر گیا جیسے
وہ جوانی کا جوش ، اے امجدؔ!
چڑھ کے دریا اُتر گیا جیسے

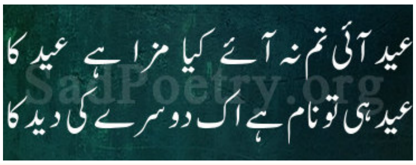

## غزل

ہونٹ یوں سی کے میری جان نہ لے
صبر کا روز امتحان نہ لے
مت سسکنے کو کہہ مذاق سے بھی
دل اُسے سچ سمجھ کے مان نہ لے
کیا پتا منہ سے کیا نکل جائے
حق میں اپنے مرا بیان نہ لے
چاہتا ہے تڑپتے رہنا دل
ضبط کی بات پر زبان نہ لے
خوف کی اُس گلی میں ہوں آباد
جس گلی میں کوئی مکان نہ لے
چھوڑ دے ضد گریز پائی کی
تیری ہی طرح دل بھی ٹھان نہ لے
عکس کس کا ہے میرے شعروں میں
دیکھ کر تجھ کو کوئی جان نہ لے
کیوں زمیں ہو نہ مہرباں مجھ پر
کیوں مرا نام آسمان نہ لے
جس ردائے گریز کا ہے خوف
خود پہ راغبؔ وہ پھر سے تان نہ لے

## اتباف ابرک

کچھ نہ کہنے سے بھی چھن جاتا ہے اعزازِ سخن
ظلم سہنے سے بھی،ظالم کی مدد ہوتی ہے
ہاں بھی اب ہے، نہیں، نہیں بھی نہیں
میں نہیں ہوں کہیں، کہیں بھی نہیں
حال احوال اب خدا جانے
میں تو اس جسم کا مکیں بھی نہیں
آسمانوں کا ذکر کیا کیجے
میرے پیروں تلے زمیں بھی نہیں
سرد مہری کی آخری حد ہے
اب تو کہتا کوئی، نہیں بھی نہیں
اس کی ہر بات مان لیتا ہوں
جسکی باتوں کا اب یقیں بھی نہیں
گلے، شکوے، شکایتیں، رنجش
وہ محبت تو اب کہیں بھی نہیں
جان دی جائے جس کی خاطر اب
زندگی اس قدر حسیں بھی نہیں
سن رہا ہوں تری مگر ابرک
تیری ہر بات دل نشیں بھی نہیں

## فرزانہ فرحت لندن

کبھی پسند کبھی مجھ کو نا پسند ہوئے
جو میری ذات پہ احسان تیرے چند ہوئے
تری زباں سے جو نکلے ہوئے تھے دل کے پار
ہوئے نہ لفظ ترے تیر یا کمند ہوئے
انہیں جہان میں رتبہ ملا ہے کیا عالی
سخن سے اور جو حکمت سے بہرہ مند ہوئے
مرے خدا مجھے رکھنا قطار میں ان کی
ترے جہان میں جو لوگ سر بلند ہوئے
اسی لئے میرے شعروں میں ہے اثر غم کا
مرے کلام محبت میں قلمبند ہوئے
مرے یہ درد کتابوں میں بند ہیں ایسے
کہ جانے سیپ میں موتی ہیں جیسے بند ہوئے
مرے وجود پہ فرحتؔ کا باب وا نہ ہوا

## ثروت

پرائی آگ پہ روٹی نہیں بناؤں گا
میں بھیگ جاؤں گا چھتری نہیں بناؤں گا
اگر خدا نے بنانے کا اختیار دیا
علم بناؤں گا برچھی نہیں بناؤں گا
فریب دے کے ترا جسم جیت لوں لیکن
میں پیڑ کاٹ کے کشتی نہیں بناؤں گا
گلی سے کوئی بھی گزرے تو چونک اُٹھتا ہوں
نئے مکان میں کھڑکی نہیں بناؤں گا
میں دشمنوں سے اگر جنگ جیت بھی جاؤں
تو ان کی عورتیں قیدی نہیں بناؤں گا
تمہیں پتا تو چلے بے زبان چیز کا دکھ
میں اب چراغ کی لو ہی نہیں بناؤں گا
میں ایک فلم بناؤں گا اپنے ثروتؔ پر
اور اس میں ریل کی پٹڑی نہیں بناؤں گا

## سید طاہر احمد زاہد۔سیالکوٹ

ترا چہرہ جو دیکھے وہ ترے قدموں میں آ بیٹھے
وہ دل کیا جسم و جاں سب کچھ تجھی پہ کر فدا بیٹھے
مہک اُٹھا ہے خوشبو سے مرے بھی دل کا یہ غنچہ
کبھی جو بزم یاراں میں وہ کھل کر مسکرا بیٹھے
نظارے میں نے دیکھے ہیں سدا تائید ونصرت کے
عدو چاہے تو مجھ کو ہر قدم پر آزما دیکھے
مرے خوابوں خیالوں کے تصوّر میں ترا چہرہ
تری چاہت کا سرمہ ہم جو آنکھوں کو لگا بیٹھے
وہی ہے فیض روحانی کا اب چشمہ زمانے میں
جہاں بھر کے سبھی چشمے ہم زاہد آزما بیٹھے

## مبارک عابد

تم ہی فصلِ گُل ،خوشبوئے گل و گلزار ہو
تم ہی پریتم ہو ہمارے تم،تم ہمارا پیار ہو
سردیوں کی دھوپ ہوتم گرمیوں کی چاندنی
ہر کسی موسم میں تم ہی صبح پُر انوار ہو

اِک صدی کے نور کے رخشاں تسلسل کی مثال
اور کوئی تو نہیں وہ تم ہی تو سرکار ہو
یوں تو جہاں بھر میں محمدؐ کا علَم لہرائیں ہم
ہم تمہارا قافلہ تم قافلہ سالار ہو
ہم سمجھتے ہیں تمہاری اک جھلک آبِ حیات
کہ تمہیں دلبر،تمہیں جاناں،تمہیں دلدار ہو
آخری شب جب تری خاطر دعا کرتے ہیں ہم
آنکھ میں موتی ہوں رخساروں پہ اُن کا ہار ہو
اور ہم ہماری نسل تو اس پیڑ کے سائے میں ہو
آج پھر اس عہد کی تجدید ہو اقرار ہو
آج بر آئی مری امید بفضلِ خدا
کہ میری چاہت کا سامنے اظہار ہو
آج عابدؔ سچ ہوا یہ خواب کہ اپنا کلام
میں سناؤں جس جگہ وہ صاحب دستار ہو

## آدم چغتائی

کبھی نہ چین سے جینے دیا زمانے میں
تجھے سکوں تو ملا مجھے آزمانے میں
اسی لئے میں تمہاری نگہ سے بچتا ہوں
کہ درد اور فزوں ہوگا مُسکرانے میں
یہ کس مقام پہ لائی ہے زندگی مجھ کو
نہیں ہے ہوش مجھےاس نگار خانے میں
قفس اُداس ہے تنکے ہوا میں بکھرے ہیں
نہ جانے کیا ملا صیاد کو مٹانے میں
یہ حادثات زمانہ، یہ کش مکش آدمؔ
کبھی رُکے بھی ہیں گردش کے دن زمانے میں

## اسحاق ساجد جرمنی

لوگ کہتے ہیں محبت کا پیمبر مجھ کو
مار ڈالیں نہ کسی روز ستم گر مجھ کو
خود ہی پسپا ہوا اور دیتا ہے مجھ کو الزام
اب سزا دے گا یہ باغی مرا لشکر، مجھ کو
ہاتھ پہ اُس کے فقط پھول رکھا تھا میں نے
کر گیا زخمی اُسی ہاتھ کا پتھر مجھ کو
دیکھتا ہے وہ مجھے قہر بھری نظروں سے
جو محبت کا لگا تھا کبھی پیکر مجھ کو
بعد مدت جو ملا اس سے تو دل بھر آیا
وہ بھی رونے لگا سینے سے لگا کر مجھ کو
بے وفائی کی زمانے سے ہے نالاں ساجدؔ
جس نے ماری تھی کبھی پیار میں ٹھوکرمجھکو

## منور احمد کنڈے

دیئے نمناک ہوتے جا رہے ہیں
مناظر خاک ہوتے جا رہے ہیں
ڈبویا ہے جنہوں نے کشتیوں کو
وہی تیراک ہوتے جا رہے ہیں
جنوں کی کارفرمائی تو دیکھو
گریباں چاک ہوتے جا رہے ہیں
مِٹی جاتی ہے دل والوں کی بستی
بدن پوشاک ہوتے جا رہے ہیں
اُفق کی سمت بڑھتے ہیں پرندے
بڑے بیباک ہوتے جا رہے ہیں
ہوائے شہر کی صحبت میں اب کے
سبھی چالاک ہوتے جا رہے ہیں
کسی کو یاد کر کرکے منورؔ
ارادے پاک ہوتے جا رہے ہیں

## صابر ظفر

اُس روح نے پکارا ہے لازم ہے جاؤں میں
جاگے اگر نصیب تو واپس نہ آؤں میں
جانا تو خیر آگے ہے لیکن جو اِذن ہو
زیر قناعت عشق ذرا بیٹھ جاؤں میں
کافی ہے عمر بھر کے لئے ایک سجدہ ہی
کافر مجھے سمجھنا اگر سر اُٹھاؤں میں
تجھ سے ملے بغیر پرستش تری کراؤں
دیکھوں نہ لوچراغ کی اور لو لگاؤں میں
کچھ اور زندگی سے نہیں چاہیے مجھے
جب تک چلے یہ سانس تجھے دیکھ پاؤں میں
میں کر رہا ہوں خون شہیدان زفرق طفل
اب تو ہے اس زمیں کا واربتاؤں میں
تم نے پہاڑ کو بھی فراری سمجھ لیا
یہ تو بلوچ ہے اِدھر آؤ دکھاؤں میں
پوری ظفرؔ ہو کاش یہ چھوٹی سی آرزو

## نامعلوم

آزاد ہونے والوں کا پرچم اُٹھاؤں میں
کاش کہ خوشیاں بکتی ہوتیں
اور دکھوں کا ٹھیلا ہوتا
ایک ٹکے میں آنسو آتے
اور محبت چار ٹکے میں
(پانچ ٹکے میں ساری دنیا)
مفت ہنسی اور مفت ستارے
چاند بھی ٹکڑے ٹکڑے بکتا
خواہش نام کی چیز نہ ہوتی
ہاتھ بڑھا کے سب ملتا
ہم چاہتے تو مر جاتے ناں
جی چاہتا تو جیتے رہتے
اونچے نیچے شہر نہ ہوتے
پانی پر بھی گھر ہوتے
(کاش کےاپنے پر ہوتے)

اور وہ گہرا نیلا امبر
سات سمندر پار کے ساحل
جنگل، ندیاں، گرتا پانی
سب کچھ اپنا دھن ہوتا
کسی بھی چیز کی حد نہ ہوتی
وہ کرتے جو من ہوتا
چاند کی کرنیں پہن کے جگتے
اور خاموشی اوڑھ کے سوتے
راتیں دن بھر رکتی ہوتیں
کاش کہ خوشیاں بکتی ہوتیں

## عبدالسلام اسلام

میرا ہر اشک عنوانِ غزل ہے
میری آہوں میں سامانِ غزل ہے
ہمارے زخم ہونگے مندمل کیوں
میّسر جب نمکدانِ غزل ہے
مضامین نو بنو ہیں اُمڈے آتے
میرے سینے میں طوفانِ غزل ہے
اگر مہکے ہے گل چہکے ہیں بلبل
کہ جوبن پر گلستانِ غزل ہے
جو ’’عالمگیر‘‘ رحمت بن کے آیا
وہی جانِ جہاں جانِ غزل ہے
میں دریا کے مخالف تیرتا ہوں
اُدھر کچھ اور رُجحانِ غزل ہے
اگر ہیں لالہ و گل شعر پرور
تو کانٹوں میں بھی سامانِ غزل ہے
ہے پر کار نگہ گردِ خلافت
وہی نقطہ حق جانِ غزل ہے
یہاں نظروں سے ہے پینا پلانا
نرالا یہ خمستانِ غزل ہے
صدا ہے ہر احمدی شاعر کی ہر جا
کہاں تک اس کا فیضانِ غزل ہے
جہاں پر اشک ہیں شعروں میں ڈھلتے
یہ وہ حلقہ یارانِ غزل ہے
کروں گا سب دلوں کی ترجمانی
وکالتِ رُوح کی شانِ غزل ہے
ترا اسلامؔ اندازِ سخن کیا؟
اُفق ڈھانپے یہ دامانِ غزل ہے

## نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

راہِ ہدیٰ میں محمدؐ ہی نام برتر ہے
تمام خَلق میں ہر اک نبی سے بڑھ کر ہے
وہ اپنے حسن میں بامِ کمال پر بھی ہے
جمال پر بھی ہے اوجِ جلال پر بھی ہے
محبتوں کی بدولت تو بخششوں کے طفیل
ہر اک اُمتی شاخِ نہال پر بھی ہے
دِل و نظر میں مقامِ محمدیتؐ ہے
ہے رُوح سجدہ میں، موجِ خیال پر بھی ہے
دَرودِ پاک کی محفل تو آج گھر گھر ہے
تمام خُلق میں ہر اک نبی سے بڑھ کر ہے
ہے ناز رحمت عالم پہ ہم غلاموں کو
جو اپنے ہاتھ سے کرتا تھا سارے کاموں کو
جبین عجز بھی پالان کو لگی جا کر
درخت جھکنے لگے راہ میں سلاموں کو
کلا م اُس پہ جو اُترا اُتم ہے افضل ہے
نماز اُس نے پڑھائی ہے سب اماموں کو
نہ اُس کو فخر ہے اس پر کہ سب سے بہتر ہے
تمام خُلق میں ہر اک نبی سے بڑھ کر ہے
بلا کا رُعب ہے اُس حسن کے تصور میں
کشش ہے اَمر میں اور جذب ہے تہّور میں
سکوتِ لب میں ہے پنہاں حرا کی تنہائی
نکات کھلتے ہیں ہر لفظ پر تدبر میں
دُرود پڑھتے ہیں پڑھ پڑھ کے ہم سنورتے ہیں
قدم قدم پہ ہیں اَفضال اُس تذکر میں
عدو کے واسطے اُس کی نظر تو اخگر ہے
تمام خَلق میں ہر اک نبی سے بڑھ کر ہے
کلام اُس کا امام الکلام ٹھہرا ہے
مقام اُس کا ہی عالی مقام ٹھہرا ہے
بہت سے گزرے ہیں پہلے، بہت سے گزریں گے
غلام اُس کا ہی ذی احتشام ٹھہرا ہے
نظر اُٹھا نہ سکے اور نظر ملا نہ سکے
کہ اُس کی نظروں میں ایسا نظام ٹھہرا ہے
ثبات اُس کو ہے باقی تمام صرصر ہے
تمام خُلق میں ہر اک نبی سے بڑھ کر ہے
سُروں میں سب سے سُریلی صدا بھی اُس کی ہے
ہر اک نگاہ میں جچتی ادا بھی اُس کی ہے
حیات اُس کی ہے صادق، فنا بھی اُس کی ہے
لقا بھی اُس کو ہے حاصل بقا بھی اُس کی ہے
وہی ہے خاتم واکمل، اتم ہے اُس کا وجود
یہ نعت اُس کی ہے ہر اک ثنا بھی اُس کی ہے
غلام ہے یہ مرا دل جو اُس کے در پر ہے
ہے تمام خُلق میں ہر اک نبی سے بڑھ کر ہے
میں صدقے جاؤں ہر آنسو کے جو حرا میں گرا
اک ایک اشک سے چشمہ ہدیٰ کا بہ نکلا
ہے زیرِ بار ہر اک علم پیارے قرآں کا
جو میرے اُمّی لقب پر ہے آن کر اُترا
وُہی تو چشمہ رَواں ہے کتاب و حکمت
کا غلام بانٹتا پھرتا ہے اُس کا ہر قطرہ
ملا مقام یہ احمدؐ کو اُس میں مرکر ہے
تمام خُلق میں ہر اک نبی سے بڑھ کر ہے

## قیس بھوپالی

کون آئے گا یہاں کوئی نہ آیا ہوگا
میرا دروازہ ہواؤں نے ہلایا ہوگا

دلِ ناداں نہ دھڑک ،اے دلِ ناداں نہ دھڑک
کوئی خط لے کے پڑوسی کے گھر آیا ہوگا
کلی میں لپٹی ہوئی تتلی کو گرا کر دیکھو
آندھیو! تم نے درختوں کو گرایا ہوگا
اس گلستاں کی یہی ریت ہے اے شاخِ گل
تونے جس پھول کو پالا وہ پرایا ہوگا
کھیلنے کے لئے بچے نکل آئے ہونگے
چاند اب اُس کی گلی میں اُتر آیا ہوگا
قیسؔ پردیس میں مت یاد کرو اپنا مکاں
اب کہ بارش نے اُسے توڑ گرایا ہوگا

## فرزانہ فرحت لندن

کبھی پسند کبھی مجھ کو نا پسند ہوئے
جو میری ذات پہ احسان تیرے چند ہوئے
تری زباں سے جو نکلے ہوئے تھے دل کے پار
ہوئے نہ لفظ ترے تیر یا کمند ہوئے
انہیں جہان میں رتبہ ملا ہے کیا عالی
سخن سے اور جو حکمت سے بہرہ مند ہوئے
مرے خدا مجھے رکھنا قطار میں ان کی
ترے جہان میں جو لوگ سر بلند ہوئے
اسی لئے میرے شعروں میں ہے اثر غم کا
مرے کلام محبت میں قلمبند ہوئے
مرے یہ درد کتابوں میں بند ہیں ایسے
کہ جانے سیپ میں موتی ہیں جیسے بند ہوئے
مرے وجود پہ فرحتؔ کا باب وا نہ ہوا

## بسمِ اللہ کلیم

میری پوزیشن، مجھے اپنے گناہوں پر
فقط اِک گونہ دِلجمعی، اس واسطے ہے
کہ میں نیکوں سے آگے ہوں،
وہ جتنی نیکیاں کر لیں وہ اپنی نیکیوں میں
جس قدر آگے نِکل جائیں
مگر اِک روز ایسا بھی تو آخر آنے والا ہے
ہماری سب کی نظریں،
ایک لمبے کو ریڈور کی دیوار پہ آویزاں
نوٹس بورڈ پر لگی ہوں گی،
نتیجے کی گھڑی میں نیکیوں والوں کی
پوزیشن نہیں ہوگی، کہ ان سے پہلے
ایک لاکھ چوبیس ہزار پوزیشنوں کا فیصلہ
تو ہو چکا ہے،مگر اِک اور نوٹس بورڈ پر
گنہگاروں کی بھی فہرست ہوگی
تُم اُس پر دیکھنا،تُم اُس پر دیکھنا بس نام میرا...!

مجھے آج یہ حقیقت سمجھ آگئی ہے کہ
یونہی خوش پھرو، یونہی خوش رہو
نہ اُجڑ سکیں، نہ سنور سکیں
کبھی دل دُکھاؤ تو اس طرح
نہ سمٹ سکیں، نہ بکھر سکیں
کبھی بھول جاؤ تو اس طرح
کسی طور جاں سے گزر سکیں
کبھی یاد آؤ تو اس طرح!
کبھی یاد آؤ تو اس طرح!

## عاصی صحرائی

تقدیر میں دیدار ترا شام و سحر ہے
معراجِ محبت ہے مجھے اُس کی خبر ہے
کہتے رہے ، اے کاش ہو جائے نظارہ
سوچا نہ کبھی اپنی دعاؤں میں اثر ہے؟
پھوٹی ہے کرنِ نور اُس ماہِ مبیں سے
پھر کیسے کہوں وہ بھی کوئی ہم سا بشر ہے
ظاہر میں وہ انساں مگر نور کا پرتو
باطن میں خدا جانے کہ خورشید و قمر ہے
آنکھیں تیرے قدموں میں بچھاتا رہا عاصیؔ
ہو جائے اگر دید یہی میرا ثمر ہے

## آہ۔آدم چغتائی

عاصی صحرائی

واہ رے غمِ فراق کیا کر گیا ہے تو
پل بھر میں خشک آنکھوں کو تر کر گیا ہے تو
ممکن نہیں یہ سوزشِ غم ہو سکے بیاں
پلکوں میں جوئے اشک رواں کر گیا ہے تو
تکتے ہیں راہ آج بھی سب جانتے ہوئے
دوستوں کے ساتھ گھومنے باہر گیا ہے تو
تیرا خلوص خدمت ادب رہا مثال
شاعروں کے دل میں خدمتِ ادب بھر گیا ہےتو
ہاتھوں سے نذرِ لحد کیا پھر بھی نہ جانے کیوں
دل ہے کہ مانتا ہی نہیں کہ مر گیا ہے تو
دل میں چھپائے پیاس ادب عزیز کی
شاید بجانب طیبہ و کوثر گیا ہے تو
عاصیؔ نہ گریہ کر نہ رُلا دوستوں کو آج
دیئے کے ٹمٹمانے سے کیا ڈر گیا ہے

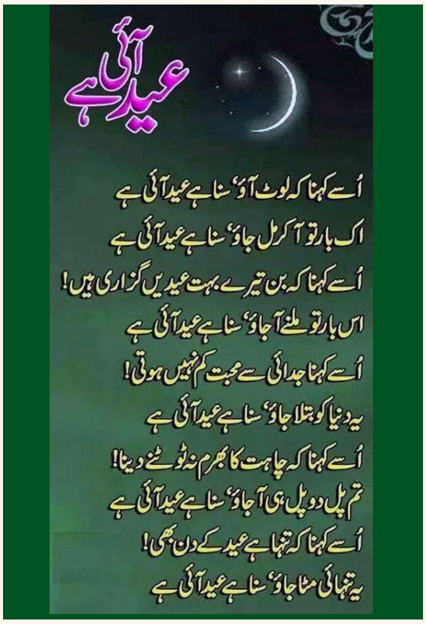

# والتھم فاریسٹ پاکستانی کمیونٹی فورم کی جانب سے ماہانہ ادبی محفل

## ڈاکٹر رحیم اللہ شاد کی کتاب کی رسم اجرا اور ہڈرس فیلڈ کے شاعر نعیم مرزا جوگی کے نام ادبی شام

رپورٹ و فوٹو:
امجد مرزا امجد

تیرہ سال سے ہر ماہ کی پہلی اتوار کو بھرپور ادبی محفل کا انعقاد کرنے والی لندن کی معروف ادبی تنظیم ''والتھم فاریسٹ پاکستانی کمیونٹی فورم'' کی جانب سے 7 جولائی بروز اتوار ایک بجے سے چار بجے تک بھرپور ادبی محفل سنٹرل لائبریری میں منعقد کی گئی جس میں لندن کے معروف بزرگ شاعر ڈاکٹر رحیم اللہ شادؔ کے تیسرے مجموعہ کلام ''معاشرہ'' کی تقریب رونمائی ہوئی اور ہڈرس فیلڈ کے معروف شاعر ریڈیو کے مشہور پیشکار نعیم مرزا جوگی کے اعزاز میں مشاعرہ کیا گیا جس کی صدارت انہوں نے کی جبکہ ڈاکٹر رحیم اللہ شاد مہمان خصوصی تھے۔ نظامت حسب معمول امجد مرزا نے کی۔ تلاوت قرآن پاک سے پروگرام کی ابتدا کرتے ہوئے امجد مرزا نے اسٹیج پر تنظیم کے صدر ڈاکٹر شوکت نواز، ادبی محفل کی صدارت کے لئے نعیم مرزا جوگی اور کتاب کی رسم اجرا کے لئے مصنف شاعر ڈاکٹر رحیم اللہ شاد کو اسٹیج پر بلایا۔ امجد مرزا امجدؔ نے حسب معمول آج کے شعری مجموعہ ''معاشرہ'' پر مضمون پڑھا۔ انہوں نے کہا کہ ڈاکٹر رحیم اللہ شاد ایک بزرگ شاعر ہیں اور نہایت سادہ الفاظ میں شاعری کرتے ہیں جس میں وہ معاشرے، تہذیب و تمدن اور دین اسلام کو اجاگر کرتے ہیں۔ اس کتاب میں بھی انہوں نے عام زندگی کے ہر پہلو پر غزل کی زبان سے روشنی ڈالی ہے۔ عابدہ شیخ نے بھی کتاب کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کیا اور مصنف شاعر کو گلدستہ پیش کیا۔ محفل و تنظیم کے صدور اور مصنف نے مل کر بھرپور تالیوں میں کتاب کی رونمائی کی۔ پھر ڈاکٹر رحیم اللہ شاد نے اپنی نئی کتاب سے چند غزلیں پڑھیں جس کے بعد باقاعدہ مشاعرے کا آغاز ہوا۔ امجد مرزا نے ترنم سے اپنے آنے والے تیسرے اردو مجموعہ ''شعلۂ سخن'' سے ایک نئی غزل سنا کر داد وصول کی جن کے بعد اسلم رشید، اسلم چغتائی، اقبال گل، عابدہ شیخ، محمود علی محمود،

شائق نصیر پوری، علامہ محمد اسماعیل، راجہ محمد الیاس، ارشاد محمد خان، ڈاکٹر کاشف بھٹی، ڈاکٹر رحیم اللہ شاد، ثمین برلاس، پروفیسر شاہد اقبال، سلیمان سعود، نصیر احمد ناصر، چوہدری ناصر محمود، سبینہ سحر، کامران رعد اور فیاض عادل فاروقی نے اپنا اپنا کلام سنایا۔ آخر ہڈرس فیلڈ سے آج کی ادبی محفل کے لئے تشریف لائے ہوئے معروف شاعر، ریڈیو پیشکار نعیم مرزا جوگی نے اپنی چار پنجابی غزلیں اور ایک اردو کی غزل پیش کی۔ ان کی ہر غزل پر ہال تالیوں سے گونج گونج اٹھتا اور انہیں بے حد داد ملتی۔

نعیم مرزا جوگی نے اپنے خوبصورت شاعری اور انداز بیان سے آج کا مشاعرہ لوٹ لیا تھا اور ہر غزل کے اشعار کو مکرر مکرر کی آوازوں سے کئی کئی بار سنانا پڑھا۔ آخر میں امجد مرزا نے تمام شعرا و سامعین کا شکریہ ادا کیا کہ آپ تمام شعرا و سامعین نے ہمیشہ ہمارا ساتھ دیا اور طویل مدت سے ہر ماہانہ مشاعرے کو کامیاب بنایا کہ آج اللہ کے فضل سے ہماری تنظیم لندن کی معروف ترین ادبی محفل کے انعقاد کے لئے سرفہرست ہے اور مصنفین ہمارے پلیٹ فارم سے اپنی کتابوں کی تقریب رونمائی کرانا پسند فرماتے ہیں اور دو سال سے مسلسل ہر ماہ ایک کتاب کی رسم اجرا ہو رہی ہے۔ ان شعرا کا بھی شکریہ ادا کیا جنہوں اپنا مختصر کلام سنا کر اپنا وقت آج کے مہمان شاعر نعیم مرزا جوگی کو جی بھر کر سنا۔ پروگرام کی ابتدا میں حسب معمول گرم گرم سموسوں بسکٹ اور چائے سے تمام مہمانوں کی تواضع کی جبکہ چائے کا دور تین بجے تک چلتا رہا۔ انشاء اللہ اگلے ماہ یعنی اگست کی پہلی اتوار مورخہ 4 کو ایک بجے ادبی محفل ہوگی جس میں لندن کے معروف شاعر ٹیپو ارسل کے مزاحیہ شعری مجموعہ ''معاف ہی رکھیئے گا'' کی تقریب رونمائی ہوگی جس کے بعد مشاعرہ ہوگا۔۔ دعوت عام ہے۔

## مری بات بیچ میں رہ گئی

### امجد اسلام امجد

تیرے ارد گرد وہ شور تھا، مری بات بیچ میں رہ گئی
نہ میں کہہ سکا نہ تو سن سکا، مری بات بیچ میں رہ گئی
یرے دل کو درد سے بھر گیا، مجھے بے یقین سا کر گیا
تیرا بات بات پہ ٹوکنا، مری بات بیچ میں رہ گئی
رے شہر میں مرے ہم سفر، وہ دکھوں کا جمِ غفیر تھا
جھے راستہ نہیں مل سکا، مری بات بیچ میں رہ گئی
وہ جو خواب تھے مرے سامنے، جو سراب تھے مرے سامنے
میں انہی میں ایسے اُلجھ گیا، مری بات بیچ میں رہ گئی
عجب ایک چپ سی لگی مجھے، اسی ایک پل کے حصار میں
ہوا جس گھڑی ترا سامنا، مری بات بیچ میں رہ گئی
ہیں بے کنار تھیں خواہشیں، کہیں بے شمار تھیں الجھنیں
ہیں آنسوؤں کا ہجوم تھا، مری بات بیچ میں رہ گئی
تھا جو شور میری صداؤں کا، مری نیم شب کی دُعاؤں کا
ہوا ملتفت جو مرا خدا، مری بات بیچ میں رہ گئی
ری زندگی میں جو لوگ تھے، مرے آس پاس سے اُٹھ گئے
میں تو رہ گیا انہیں روکتا، مری بات بیچ میں رہ گئی
تری بے رُخی کے حصار میں، غمِ زندگی کے فشار میں
مرا سارا وقت نکل گیا، مری بات بیچ میں رہ گئی
جھے وہم تھا ترے سامنے، نہیں کھل سکے گی زباں مری
سو حقیقتاً بھی وہی ہوا، مری بات بیچ میں رہ گئی

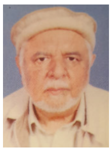

## خواجہ عبدالمومن ناروے

جلسہ سالانہ برطانیہ اور دربار خلافت میں حاضری

وہ ساقی کوثر کی مے سے کچھ ہم کو پلائے گا ساقی
مضراب سے دل کی تاروں کو پھر خوب ہلائے گا ساقی
وہ اپنے میٹھے لہجے سے ہر دل کو کرے گا گرویدہ
تاریک دلوں کے آنگن میں وہ شمع جلائے گا ساقی
جب احمدی آپس میں مل کر جلسہ کی عید منائیں گے
پھر پیار بڑھے گا آپس میں دل لطف اٹھائے گا ساقی
جب ہر نگری سے پہنچیں گے دیوانے پیارے مہدی کے
پھر پرچم احمد کو اونچا وہ خوب اڑائے گا ساقی
پھر درشن ہو گا آقا کا جلسہ کے منظر دیکھیں گے
ہر احمدی رونق جلسہ کی پھر خوب بڑھائے گا ساقی
سب احمدی پیارے مہدی کی پائیں گے فیض دعاؤں کا
ہر احمدی دیں کی دولت کو پھر خوب کمائے گا ساقی
جب تشنہ لبوں کے جلسہ میں مسرور کٹورا بھر دے گا
مومن بھی اس کی محفل میں کچھ پیاس بجھائے گا ساقی

# جرمنی فرینکفرٹ میں کتاب دانشکدہ عظیم کی تقریب پذیرائی
## مصنف کے لئے ایوارڈ آف آنرز

رپورٹ:
آفاق احمد زاہد

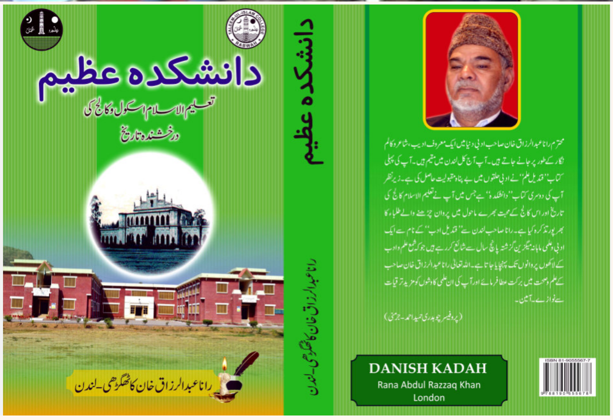

فرینکفرٹ: تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن جرمنی کی مجلس عاملہ نے 13 جون کو ہونے والے اپنے اجلاس میں فیصلہ کیا تھا کہ امسال جلسہ سالانہ جرمنی کے بعد تعلیم الاسلام کالج کی تاریخ مرتب کرنے والے کالج کے اولڈ سٹوڈنٹ جناب رانا عبدالرزاق خان کو اُن کی محنت، کاوش کے اعتراف کے طور پر اُن کی کتاب دانشکدہ عظیم کی تقریب پذیرائی منعقد کی جائے۔ چنانچہ رانا صاحب خان کو تنظیم کی طرف سے ایوارڈ آف آنرز پیش کیا جائے۔ چنانچہ رانا صاحب کو پہلے دعوت نامہ ارسال کیا گیا اور پھر اُن کے مشورہ سے 13 جولائی 2019ء کی تاریخ تقریب پذیرائی اور مشاعرہ کے لئے مقرر کی گئی۔ اس تقریب کی صدارت کے لئے کالج کے ایک ہونہار سابق طالب علم، سماجی خدمت گزار شخصیت جناب زرتشت منیر احمد آف ناروے سے درخواست کی گئی جو کہ درخواست قبول کرتے ہوئے 12 جولائی کو فرینکفرٹ تشریف لے آئے۔ چنانچہ خصوصی تقریب 13 جولائی بروز ہفتہ 6 بجے شام بیت السبوح فرینکفرٹ میں منعقد ہوئی۔ اجلاس کے آغاز میں تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن جرمنی کے قائمقام صدر عرفان احمد خان نے صاحبِ صدر زرتشت منیر احمد سابق امیر جماعت ناروے کی طویل سماجی خدمات سے حاضرین کو متعارف کروایا۔ اسی طرح کتاب عظیم دانشکدہ کے مصنف رانا عبدالرزاق خان (جو صحافی، کالم نویس، شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ المنار۔ قندیل ادب اور قندیل سُخن کے ایڈیٹر بھی ہیں) کا تعارف کرواتے ہوئے حاضرین کو بتایا کہ جن کاموں کی سرانجام دہی کے لئے ادارے وجود میں لائے جاتے ہیں وہ بار رانا عبدالرزاق خان نے اکیلے اُٹھانے کا عہد کیا اور دن رات کی محنت سے اس کو پورا کر دِکھایا۔ اپنی تمام تر مصروفیات کے باوجود اُنہوں نے کالج کی تاریخ لکھ کر آئندہ نسلوں کے لئے محفوظ کر دی ہے۔ اس خصوصی تقریب کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا جو مکرم عامر افتخار نے کی۔ اجلاس کے پہلے مقرر مبشر احمد کاہلوں تھے۔ جنہوں نے 1965ء سے 1969ء تک کالج میں تعلیم حاصل کی۔ آپ نے اس زمانہ کو یاد کرتے ہوئے کالج میں بھائی چارہ کی فضاء اپنے اور غیر کی تمیز سے مبرا ماحول۔ کالج اساتذہ

کی شفقت۔ بچوں سے ہمدردی کے متعدد واقعات بیان کئے اور رانا صاحب کو ان جیسے متعدد واقعات کو تاریخ کا حصہ بنانے پر مبارک باد پیش کی۔ جرمنی کی ہردل عزیز سماجی شخصیت و رہنما محمد انیس دیال گڑھی کا مقالہ سید افتخار احمد شاہ نے پڑھ کر سنایا۔ جس میں کتاب کی ضرورت اور خوبیوں کو اُجاگر کیا گیا تھا۔ مقالہ نگار نے کالج کے علمی ماحول کے اثرات کے ذکر میں بتایا کہ کالج کے چوکیدار۔ کلرک۔ مددگار کارکن اور دیگر کام کرنے والے سبھی علم حاصل کر رہے تھے اور اگر ان کا موازنہ دوسرے کالجوں کے سٹاف سے کیا جائے تو ٹی آئی کالج کے ملازمین عملی طور پر بہتر انسان تے۔ مقامی شاعر بشارت احمد بشارتؔ نے کتاب کے مصنف کے حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ وہ لوگ جو خدمت خلق اور خدمتِ معاشرہ کی توفیق پاتے ہیں اُن کو یہ صفات خدا سے عملی تعلق کے نتیجہ میں بطور انعام کے دی جاتی ہیں۔ انسانوں اور ساتھیوں سے پیار رانا صاحب کا خاص وصف ہے۔ اُنہوں نے ذاتی محنت سے معلومات کا جو خزانہ تیار کیا ہے اس کا ضرور مطالعہ کرنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ رانا صاحب کو صحت و تندرستی کے ساتھ قلمی جہاد جاری رکھنے کی توفیق دیتا چلا جائے

معروف مذہبی، ادبی، سماجی شخصیت عبدالباسط طارق نے اپنی نہایت پُر اثر تقریر میں کہا کہ فارسی کی ایک مثال ہے کہ مٹی سے کسی نے پوچھا کہ تمہارے میں سے گلاب کی خوشبو کیوں آرہی ہے۔ تو مٹی نے جواباً کہا کہ میں تو محض مٹی ہوں لیکن پودے کے قریب رہنے کی بدولت مجھ میں گلاب کی خوشبو رچ بس گئی ہے۔ طارق صاحب نے کہا کہ میں نے کالج میں پڑھا نہیں لیکن کالج کی ہمسائیگی میں سات سال میں سبھی علمی درس گاہوں میں متعلم رہا ہوں۔ اپنی 37 سالہ یورپ کی عملی زندگی میں بے شمار ادارے اور یونیورسٹیوں میں جانے کا موقعہ ملا ہے اور میں پورے یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ تعلیم الاسلام کالج میں پڑھانے والے اللہ کے نور سے دیکھنے والے تھے۔

چوہدری محمد علی صاحب کا شعر ہے۔

باوفا سے اور باکردار سے۔۔۔ باوضو سے شب بیدار سے
ڈھل کے آئے ہیں وہ دریار سے۔۔ کون ہیں یہ لوگ خوشبودار سے

مجھے ربوہ میں کالج کے جتنے بھی اساتذہ کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ میں گواہی دے سکتا ہوں کہ وہ سب خوشبودار بزرگ تھے۔ ان میں سے ہر ایک روشنی کا مینار تھا۔ پروفیسر مسعود خان صاحب نے عربی نہیں پڑھی تھی۔ لیکن اُن کا مسجد محمود میں انتہائی عالمانہ درس ہم نے سُنا اور بہت کچھ سیکھا۔ کالج کی علمی مجالس جسٹس کیانی کا خاندانی منصوبہ بندی پر انوکھا اظہار خیال۔ جامعہ کی سالانہ کھیلیں، سالانہ علمی و تقریری مقابلے۔ کالج کے مشاعرے کبھی نہ بھول پائیں گے۔ بشیر بدر کا شعر ہے

اُجالے اپنی یادوں کے ہمارے ساتھ رہنے دو
نہ جانے کس گلی میں زندگی کی شام

خوشبو کا یہ سفر رانا عبدالرزاق خان صاحب نے بڑی محنت سے مرتب کیا ہے۔ اور ہم اُن کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ عبدالباسط طارق کی انتہائی دلچسپ تقریر کے بعد صاحب کتاب کے مصنف رانا عبدالرزاق خاں نے اپنا خاندانی تعارف کرواتے ہوئے کہ اُن کے خاندان کا آبائی تعلق کاٹھ گڑھ سے ہے اور 1901ء میں ہمارے بزرگوں نے احمدیت قبول کی تھی۔ بحرین میں لمبا عرصہ رہنے کے بعد اب انگلستان میں مقیم ہوں۔ آپ نے کالج کے زمانہ کی سبق آموز زندگی، زمانہ طالب علمی میں علمی ذوق کی طرف رہنمائی اور رُجحان اور پھر قلم کے سفر کے متعدد واقعات بیان کئے۔ آخر میں صدر مجلس زرتشت منیر احمد نے اپنے صدارتی خطاب کے شروع میں وہ روحانی واقعہ بیان کیا جس کے سبب اُن کو تعلیم الاسلام کالج ربوہ میں داخلہ کی طرف رجحان بڑھا۔ پھر آپ نے کالج میں نوجوانوں کے اخلاق درست رکھنے، اساتذہ کی شاگردوں کی تربیت کے لئے فکرمندی کے متعدد واقعات سنانے کے بعد کالج کے اُن طلبہ کا تعارف کروایا جن کی مثالی زندگی دوسروں کے لئے مشعلِ راہ ثابت ہو رہی ہے۔

کالج کے مشہور باسکٹ بال کھلاڑی مکرم عبدالرحمن مبشر نے چوہدری محمد علی صاحب مرحوم کی خدا ترسی اور صلہ رحمی کا ایک واقعہ بیان کیا۔

آخر میں جرمنی کی تعلیم الاسلام اولڈ ایسوسی ایشن کی طرف صاحبِ کتاب رانا عبدالرزاق خان صاحب، صدر زرتشت منیر احمد اور مشاعرہ کے صدر محمد شریف خالد کی خدمات کے اعتراف کے طور پر Award of Honour کی اعزازی شیلڈ پیش کی گئیں، یہ شیلڈز قائمقام صدر کے ہمراہ جنرل سیکرٹری شیخ منصور احمد اور سیکرٹری اشاعت عبدالغفور ڈوگر نے پیش کیں۔ دعا پر تقریب کا اختتام ہوا۔

**محفلِ مشاعرہ:**

تقریب کے دوسرے حصے میں محفلِ مشاعرہ۔ سفیر شاعر جناب محمد شریف خالد کی صدارت میں منعقد ہوا۔ شروع میں کالج مشاعرہ کی یاد میں مبشر احمد کاہلوں نے کلیم عثمانی کے چند اشعار پیش کئے۔

رات کی زلفیں بھیگی بھیگی اور عالم تنہائی کا
کتنے درد جگا دیتا ہے اک جھونکا پُروائی کا
گلیوں گلیوں کب سے نہ جانے سایہ کی صورت پھرتے ہیں
کس سے دل کی بات کہیں ہم شہر ہے اس ہرجائی کا
اُڑتے لمحوں کے دامن پہ تیری یاد کی خوشبو ہے
پچھلے پہر کا چاند ہے یا ہے عکس تیری انگڑائی کا
ساحل و دریا کے افسانے دور ہیں غم کی حقیقت سے
ڈوب کے اُبھرو تو عرفان ہو دریا کی گہرائی کا
تم ہو کلیم عجب دیوانے بات انوکھی کرتے ہو
دل میں وفا کا شوق بھی ہے اور ڈر بھی ہے رسوائی کا

اس کے بعد عبدالباسط طارق نے جناب ثاقت زیروی مرحوم کے درجِ ذیل اشعار اپنی خوش نوا آواز میں پیش کر کے حاضرین سے خوب داد وصول کی۔

وہ شمع ہدایت ہی ہے تصویر وفا بھی
حاصل جیسے ہرگام ہے تائید خدا بھی
دل جیت لئے اس نے محبت کی نظر سے
دی اپنے، پرائے کو دوا بھی اور دعا بھی
تثلیث کے ایوان میں تزلزل ہوا برپا
کیا چیز ہے اک مردِ قلندر کی نگاہ بھی

آج کے مشاعرہ مین جن شعراء نے اپنا کلام سُنا کر حاضرین سے داد وصول کی ان میں مبشر احمد کاہلوں۔ راجہ محمد سلیمان۔ محمد اشرف ڈوگر۔ اسحاق اطہر۔ شفیق اختر بسراء۔ رانا عبدالرازق خان۔ طاہر مجید۔ عامر افتخار۔ بشارت احمد بشارتؔ۔ داؤد احمد کاہلوں۔ چوہدری مسعود احمد اور صدر مشاعرہ محمد شریف خالد شامل تھے۔ مشاعرہ کے اختتام پر سب حاضرین نے شام کا کھانا تناول کیا۔

***

## شکر گزاری...خوش رہنے کا عجیب انداز“

ایک خاتون کی عادت تھی کہ وہ روزانہ رات کو سونے سے پہلے اپنی دن بھر کی خوشیوں کو ایک کاغذ پر لکھ لیا کرتی تھی۔ ایک شب اس نے لکھا کہ: میں خوش ہوں کہ میرا شوہر تمام رات زور دار خراٹے لیتا ہے کیونکہ وہ زندہ ہے اور میرے پاس ہے نا۔ یہ اللہ کا شکر ہے۔ میں خوش ہوں کہ میرا بیٹا صبح سویرے اس بات پر جھگڑا کرتا ہے کہ رات بھر مچھر، کھٹمل سونے نہیں دیتے یعنی وہ رات گھر پہ ہی گزارتا ہے آوارہ گردی نہیں کرتا۔ اس پر بھی اللہ کا شکر ہے۔ میں خوش ہوں کہ ہر مہینہ بجلی، گیس، پانی، پٹرول وغیرہ کا اچھا خاصا ٹیکس ادا کرنا پڑتا ہے یعنی یہ سب چیزیں میرے پاس میرے استعمال میں ہیں نا۔۔ اگر یہ نہ ہوتی تو زندگی کتنی مشکل ہوتی۔ اس پر بھی اللہ کا شکر ہے۔ میں خوش ہوں کہ دن ختم ہونے تک میرا تھکن سے برا حال ہوجاتا ہے یعنی میرے اندر دن بھر سخت کام کرنے کی طاقت ہے نا۔۔ اور یہ طاقت اور ہمت صرف اللہ ہی کے فضل سے ہے۔ میں خوش ہوں کہ روزانہ اپنے گھر کا جھاڑو پونچا کرنا پڑتا ہے اور دروازے کھڑکیاں صاف کرنا پڑتی ہیں شکر ہے میرے پاس گھر تو ہے نا۔۔ جن کے پاس نہیں ان کا کیا حال ہوتا ہوگا۔ اس پر اللہ کا شکر ہے۔ میں خوش ہوں کہ کبھی کبھار تھوڑی بیمار ہوجاتی ہوں یعنی میں زیادہ تر صحت مند ہی رہتی ہوں۔۔ اس پر بھی اللہ کا شکر ہے۔ میں خوش ہوں کہ ہر سال عید پر تحفے اور عیدی دینے میں پرس خالی ہوجاتا ہے یعنی میرے پاس چاہنے والے میرے عزیز رشتہ دار دوست احباب ہیں جنہیں تحفہ دے سکوں۔ اگر یہ نہ ہوں تو زندگی کتنی بے رونق ہو۔ اس پر بھی اللہ کا شکر ہے۔ میں خوش ہوں کہ روزانہ الارم کی آواز پر اُٹھ جاتی ہوں یعنی مجھے ہر روز ایک نئی صبح دیکھنا نصیب ہوتی ہے۔ ظاہر ہے یہ اللہ کا ہی کرم ہے۔ جینے کے اس انمول فارمولے پر عمل کرتے ہوئے اپنی بھی اور اپنے سے وابستہ لوگوں کی زندگی پرسکون بنانی چاہیے چھوٹی چھوٹی پریشانیوں میں خوشیوں کی تلاش۔

# عربی شاعری کی تاریخ

تحریر: طاہرہ فضل، جرمنی

(یہ مضمون شریف اکیڈمی جرمنی کی تحقیقی وفکری نشست میں پڑھا گیا۔ 7 جون 2019)

دنیا کی تاریخ میں کوئی بھی ادب اپنے لوگوں سے اتنا جڑا ہوا نہیں جتنا کہ عربی ادب' عربی شاعری ادب کی سب سے قدیم قسم ہے۔ لکھی ہوئی ادبی شاعری کا موجودہ علم چھٹی صدی سے ملتا ہے۔ اس دور کی شاعری میں زیادہ توجہ الفاظ کی بلاغت اور ترتیب پر دی جاتی تھی اس نتیجے میں مضبوط ذخیرۂ الفاظ اور مختصر خیالات ہوتے تھے۔ راوی الفاظ یاد کرتا تھا۔ ان کو تفصیل سے پڑھتا تھا۔ اس کی مثال اس شعر میں ہے۔

**لافائدۃمن العیون إن کان العمی فی العقل**

ترجمہ: آنکھوں کا کوئی فائدہ نہیں جب عقل اندھی ہو۔ عربی شاعری فصاحت و بلاغت میں اس قدر وسیع ہے کہ ایک غزل نظم سوسواشعار پر مشتمل ہوتی تھی۔ عربوں کے ہاں یہ بھی ایک روایت تھی کہ ان کے ہاں شاعروں کا آپس میں مقابلہ ہوتا جس کیلئے سال میں ایک دفعہ ایک بڑا مقابلہ ''میلہ عکاظ'' میں ہوتا جس میں اس وقت کے بڑے شعراء شریک ہوتے۔ ہر شاعر اپنا کلام پیش کرتا اور پھر اس مقابلہ میں جیتنے والے کو انعام و کرام سے نوازا جاتا۔ ظہور اسلام کے بعد کچھ وقت کیلئے قدیم نظموں کو ترک کر دیا گیا کیونکہ یہ نظمیں بت پرستی سے منسلک تھیں۔ کچھ شعراء نے اسلام قبول کر لیا تھا جیسے حسان بن ثابت' جو اسلام لانے کے بعد اللہ اور نبی ﷺ کی حمد کرتے تھے۔ اسلام کی تعریف میں شاعری کو ترقی کرنے میں وقت لگا۔ عربی شاعری کا مجموعہ ''دیوان'' کہلاتا ہے۔ زیادہ تر نظموں کا عنوان نہیں ہوتا تھا۔ فارق تجد عوضا عمن تفارقہ

وانصب فأن لذیذ العیش فی النصب
فالأسد لو لا فراق الغاب ماقتنصت
والسھم لولا فراق القوس لم نصب
(امام علی ابن ابی طالب)

ترجمہ: چھوڑ دو اور تلاش کرو اور آپ کو کچھ بہتر ملے گا اس سے جو آپ نے پیچھے چھوڑا ہے۔ چھوڑ دو اور زیادہ محنت کرو کیونکہ زندگی کی مٹھاس محنت میں ہے چھوڑ دو اور یاد رکھو کہ ایک شیر کو اپنا شکار تلاش کرنے کیلئے اپنی کچھار کو چھوڑنا پڑتا ہے اور تیر کو اپنے نشانہ پر بیٹھنے کیلئے کمان کو چھوڑنا پڑتا ہے۔ عرب معاشرے میں نہ صرف مرد شعراء فصاحت اور بلاغت کے مالک تھے بلکہ عورتیں بھی ان کے شانہ بشانہ تھیں۔ تمثیر بنت عمر النساء کے طور پر جانی جاتی ہیں۔ مشہور خاتون شاعرہ ہیں جنھوں نے بعد میں اسلام قبول کر لیا۔ ان کا خاندان شاہی خاندان تھا ان کے بھائی امراء تھیں اس دور کے بہت مشہور شاعر تھے۔ یہ صرف عربی شاعری پر ایک مختصر تجزیہ ہے جبکہ حقیقتاً عربی شاعری ایک بحر بے کراں ہے جس کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک پہنچنے کیلئے خاصا وقت درکار ہے۔ یہ ایک کوشش ناتواں ہے جو میں نے کی۔ ***

## آدم چغتائی صاحب مرحوم ومغفور

کے لئے ہدیۂ عقیدت کے طور پر خاکسار نے ایک نظم دس برس قبل لکھی تھی تمام دوستوں کے لئے حاضر کرتا ہوں۔

از منور احمد کنڈے۔ ٹیلفورڈ۔ انگلینڈ

ماخوذ از کتاب حرفِ منور

یوں تو پہلے سے ہی آدم کا لقب مشہور ہے
پھر بھی ہم کو ذکر فردِ خاص کا منظور ہے
دورِ حاضر کے عزیزو خاص اک شاعر ہیں وہ
جن کا آدم ہے تخلص فن میں بس ماہر ہیں وہ
حلقۂ احباب میں ان کی نرالی شان ہے
ہر کوئی ان کی فصاحت پر یہاں قربان ہے
دلکشی سے پُر ادب میں آپ کا اسلوب ہے
داد کہتی ہے کہ اندازِ بیاں کیا خوب ہے
نرم دل سینے میں اور منہ میں زباں رکھتے ہیں وہ
خانۂ جذبات کو خالی کہاں رکھتے ہیں وہ
دیکھتا ہوں معجزہ گفتار کی تنویر کا
آئینہ چمکا ہوا ہے لفظ کی تصویر کا
فکر ان کی دیکھتا ہوں جب کبھی افلاک پر
خود کو پاتا ہوں منور میں چٹانِ خاک پر

# محترم برادرم رانا عبداللطیف صاحب

رانا عبدالرزاق خان

محترم برادرم رانا عبداللطیف صاحب اپنے والدین کے اکلوتے بیٹے تھے۔اور آپ کی سات بہنیں ہیں۔آپ کے والد صاحب کا نام چوہدری سردار محمد تھا۔آپ کی والدہ کا نام ریشم بی بی تھا۔آپ کے دادا کا نام محترم کریم بخش تھا۔اُن کے تین بیٹے اور ایک بیٹی تھی جو باقی رشتہ داروں سمیت احمدی ہوئے۔آپ کے گاؤں میں احمدیت ۱۹۰۰ کے بعد میں آئی۔خاندان میں روایت چلی آ رہی ہے کہ اُس وقت چار صحابہ نے قادیان جا کر بیعت کی تھی۔ جن کے نام یہ ہے۔حضرت محمد دین صاحب پکھی والے۔حضرت رُستم علی صاحب۔حضرت رُلدو صاحب۔حضرت عبداللہ صاحب۔آپ کے گاؤں کا نام شکار پور ماچھی تھا۔جو کہ قادیان سے بیس میل دور جانب شرق واقع ہے۔چوہدری سردار محمد صاحب ۱۹۴۰ میں چک نمبر ۲۰۱ مراد بہاولنگر میں آ کر آباد ہو گئے تھے۔اسی چک میں رانا عبداللطیف صاحب ۴ مارچ ۱۹۶۲ کو پیدا ہوئے۔آپ نے میٹرک گورنمنٹ ہائی سکول ۲۰۱ چک مراد ضلع بہاولنگر سے ہی کیا۔۱۹۷۷ میں آپ کی والدہ ریشم بی بی نے وفات پائی آپ اس وقت نویں جماعت میں پڑھتے تھے۔آپ کی والدہ نے سارے گاؤں کے بچے بچیوں کو قرآن کریم ناظرہ پڑھایا۔بہت نیک اور دعا گو خاتون تھیں۔۱۹۷۹ میں آپ کے والد صاحب نے ربوہ کے محلے نصیر آباد میں رہائش اختیار کر لی۔آپ نے بی اے تعلیم الاسلام کالج ربوہ سے ۱۹۸۴ میں پاس کیا۔آپ کی زرعی زمین ۲۲۔ایکڑ چوک مدعلی میں نزد ربوہ ہے۔آپ کی شادی اپریل ۱۹۸۷ میں محترمہ گلشن نعیم صاحبہ بنت رانا عبداللطیف خاں (نمبردار چک نمبر ۲ ٹی ڈی اے خوشاب) مقیم ربوہ سے ہوئی جو کہ کاٹھگڑھ ہوشیار پور کے ایک مخلص احمدی راجپوت خاندان ہے۔آپ بچپن سے ہی مذہبی طبیعت رکھتے تھے۔جماعتی نظام کی اطاعت اور خدمت خلق کرنا آپ کی عادت ثانیہ تھی۔آپ کی رہائش نصیر آباد حلقہ عزیز میں تھی۔آپ کے والد محترم کی وفات مئی ۱۹۹۱ کو ربوہ میں ہوئی۔جلسہ قادیان میں آپ نے ۱۹۹۱ میں شرکت کی۔۱۹۹۲ میں قائد خدام الاحمدیہ نصیر آباد اور ۱۹۹۶ میں بلاک لیڈر بھی بنائے گئے۔اسی دوران بطور سیکرٹری تعلیم۔سیکرٹری امور عامہ، بھی خدمت کی توفیق پائی۔

۱۹۹۸ تا ۲۰۰۱ صدر جماعت نصیر آباد ربوہ بنائے گئے۔اسی دوران آپ لندن تشریف لے آئے ۱۰ جولائی ۲۰۰۱ء یہاں آ کر بھی آپ نے خدمت دین جاری رکھی۔آتے ہی جماعت Mitcham میں مختلف عہدوں پر کام کرنے کا موقع ملا۔سیکرٹری مال جماعت احمدیہ مچم بھی رہے۔۲۰۰۱ تا ۲۰۰۳ء نائب صدر، سیکرٹری امور عامہ۔زعیم مجلس انصاراللہ Mitcham، بھی رہے۔پہلے صدر جماعت احمدیہ Upper Mitcham۔۲۰۰۳۔ میں بنائے گئے۔۲۰۰۹۔۲۰۱۱۔زعیم اعلیٰ مجلس انصاراللہ یو کے بیت الفتوح ریجن رہے۔عَلَم انعامی حاصل کیا۔آپ نے پہلی سعادت عمرہ مع فیملی ۲۰۱۱ میں پائی۔دوسری بار مع فیملی ۲۰۱۳ میں عمرہ کیا۔۲۰۱۱۔۲۰۱۳۔زعیم اعلیٰ مجلس انصاراللہ یو کے بیت النور ریجن بھی رہے۔۲۰۱۵۔۲۰۱۹۔قائد تحریک جدید مجلس انصاراللہ یو کے۔جلسہ گاہ میں ناظم وائنڈ اپ کے فرائض ۲۰۰۹ سے سرانجام دے رہے تھے۔آپ کے تین بیٹے اور ایک بیٹی ہے۔ نمبر ۱۔بیٹی صبا عمران شادی شدہ ہے اس کے دو بچے بیٹا بیٹی ہیں۔لندن میں ہی مقیم ہے۔بڑا بیٹے دانیال لطیف کی بھی شادی ہو چکی ہے۔نمبر ۳ پر بیٹا زرتشت لطیف مربی سلسلہ ہیں۔Lecester جماعت میں خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔نمبر ۴۔عامر شہزاد جامعہ احمدیہ میں ممہدہ کلاس کا طالب علم ہے۔آپ بلڈنگ کا کام کرتے تھے۔اور ہر کام میں ماہر تھے۔

آپ بے حد محنتی اور دیانتدار تھے۔دوست احباب سے تعاون کرنا اور بڑی حلیمی سے اُن سے تعاون حاصل کرنا آپ کی انتظامی حکمت عملی کا پتہ دیتا ہے۔لندن میں کوئی بھی رضا کارانہ کام ہو۔شادی ہو، اجتماع ہو، جلسہ سالانہ ہو، خوشی غمی میں رانا صاحب کی ٹیم ہر وقت تیار رہتی تھی۔اس کے علاوہ آپ اپنے عزیز رشتہ داروں، بہنوں بھائیوں، سے بھی بہت پیار اور حسن سلوک سے پیش آتے تھے۔ان کی اخلاقی اور مالی معاونت مسلسل جاری رکھی۔ غرباء و مساکین، کا خاص خیال رکھتے تھے۔چندوں کی ادائیگی میں پیش پیش رہتے تھے۔صوم وصلوۃ، حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی میں ہمیشہ کوشاں

رہتے تھے۔ ہنس مُکھ، ملنسار، غمخوار، معاون، ہمدرد اور سب کے غمگسار تھے ۔ ۳۱ مئی ۲۰۱۹ کو ان کی وفات کے موقع پر احباب نے اُن کی تعزیت پر اتنی کثیر تعداد نے دُکھ کا اظہار کیا، محترم امیر صاحب یو کے ممبران نیشنل عاملہ، محترم صدر صاحب مجلس انصار اللہ یو کے ممبران مجلس عاملہ، صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ مع عاملہ، علمائے کرام، زعماء کرام، صدران جماعت نے تعزیت کے علاوہ جنازہ اور تدفین میں بھرپور شرکت کی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس اید ہ اللہ تعالیٰ نے اُن کی فیملی کو مشفقانہ ملاقات سے نوازا۔ تعزیت کی۔ سب بچوں کی ڈھارس بندھائی، جنازہ پڑھایا مرحوم موصی تھے۔ اسلئے ان کی تدفین Brookwood قبرستان ووکنگ میں ہوئی۔

ہماری سب کی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے اور مرحوم کے درجات بلند رکھے اور وارثان کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین۔

بلانے والا ہے سب سے پیارا<br>
اے دل تو اُس پہ جاں فدا کر

## پیغام بصیرت ۔ طاہرہ رُباب

جہاں پر نیلگوں آکاش کا انجام دکھتا ہے<br>
وہیں سے سرمئی آب رواں آغاز دیتا ہے<br>
نگہہ کوتاہ میں رکھی ہوئی بالائی اور پستی<br>
بصیرت کے گماں کا زعم کھل کر فاش کرتا ہے<br>
یہ جانا میں نے اکثر جو نہ دکھ پائے وہی سچ ہے<br>
بضد لیکن زمانہ بس وہ قبرستان سوتا ہے<br>
ہے سرگرداں زمانہ اس کا بس انجام ناجی ہو<br>
مگر تحت السرا کا اپنی خود سامان رکھتا ہے<br>
کہاں کی بات قصہ ہے کہاں کا کون جانے ہے<br>
یہی فکرِ حجابِ جاں میرا وجدان بنتا ہے<br>
سمٹنے کو رُبابؔ اب ہے یہ قصہ عالمینوں کا<br>
نجیبِ ذات مجھکو ہر گھڑی بس یہ ہی کہتا ہے

## اللہ بھی انگلینڈ کے ساتھ تھا

فہیم اختر لندن

یوں تو انگلینڈ فٹ بال شائقین کا ایک اہم ملک مانا جاتا ہے۔ جہاں دنیا کے معروف اور امیر ترین فٹبالر مختلف کلب کے لئے کھیلتے ہیں۔ اس کے علاوہ دنیا کے زیادہ تر مشہور کھلاڑی اپنی زندگی میں ایک بار انگلش فٹ بال لیگ میں اپنی قسمت آزمانے کے لئے ضرور کوشش کرتے ہیں۔ ورلڈ کپ فٹ بال میں اب تک انگلینڈ 1966 میں چمپئن ہوا تھا۔ جس کے بعد انگلینڈ کئی بار جیت سے قریب ہو کر بھی جیت حاصل نہ کرسکا۔ جس کا خواب آج بھی کروڑوں انگریزی شائقین دیکھ رہے ہیں۔ ویسے بھی انگلینڈ پچھلے کچھ برسوں میں مختلف کھیلوں میں اپنا نام روشن کر رہا ہے۔ ان کھیلوں میں نہ کہ صرف مرد ہی نام کما رہے ہیں بلکہ خواتین بھی اب پیچھے نہیں ہیں۔ چاہے دوڑ کا میدان ہو یا باکسنگ کا کھیل ہو یا تیراندازی کا مقابلہ ہو یا کوئی بھی کھیل ہو۔ ہر کھیل میں انگلینڈ کے کھلاڑی ایک کامیاب کھلاڑی یا ٹیم کے طور پر دنیا بھر میں اپنا لوہا منوا رہے ہیں۔ اس کی کئی وجوہات ہیں۔ حکومت کی خاص فنڈنگ اور ہر علاقے میں کھیل کود کے لئے اسکول سے لے کر چھوٹے بڑے کلبوں میں عمدہ اور اعلیٰ انتظام ہے۔

اس کے علاوہ محنت، ایمانداری، اعتماد اور مساوات کے برقرار ہونے سے کسی بھی کھلاڑی کو اپنے فن میں اپنی صلاحیت کا مظاہرہ کرنے کا بہترین موقع مل جاتا ہے۔ جس سے کسی بھی مذہب، ذات، نسل اور علاقے سے تعلق رکھنے والے مرد اور عورت کو اپنے ہنر اور صلاحیت کی بنا پر آگے بڑھنے میں کافی حوصلہ ملتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انگلینڈ کی ٹیم میں اکثر افریقی لوگوں کے علاوہ دیگر مذاہب اور بیرون ممالک کے پناہ گزین کو بھی دیکھا جاتا ہے۔ جون کے مہینے میں انگلینڈ میں کئی اہم کھیل کا انعقاد ہوتا ہے جن میں کرکٹ، ٹینس اور موٹر ریس کا فورمولا ون کافی اہم ہے۔ لیکن اس سال کرکٹ کا ورلڈ کپ کا انگلینڈ اور ویلز میں کھیلا جانا کافی اہم تھا۔ اس کی ایک وجہ ہندوستان اور پاکستان کی ٹیموں کا ٹکراؤ تھا اور وہیں دنیا کی مشہور کرکٹ ٹیم اپنے فن کا مظاہرہ کرنے کے لئے بیقرار تھیں۔ حالانکہ ورلڈ کپ کی شروعات جون سے قبل ہوئی تھی لیکن لوگوں میں اس لمبے عرصے تک چلنے والے ٹورنامنٹ سے ذرا بھر بھی اکتاہٹ نہیں دیکھی گئی۔ بلکہ جوں جوں دن بیت رہے تھے، لوگوں میں تجسس اور دلچسپی بھی بڑھ رہی تھی۔ ظاہری بات ہے کہ اس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ ٹورنامنٹ کے چار اہم

ٹیموں کو ورلڈ کپ جیتنے کا حتمی یقین تھا۔لیکن اس بات کا بھی ڈر تھا کہ کہیں افغانستان جیسی ٹیم ک حیران ہی نہ کردے۔ٹورنامنٹ کے پہلے دن فیس بک پر ایک صاحب نے ان چار ٹیموں کا نام پوچھا جو ورلڈ کپ کے آخر چار ٹیمیں ہوں گی۔میں نے انہیں انڈیا، انگلینڈ، آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ کا نام لکھ کر بھیجا۔اور یہی بات ہوئی بھی۔تاہم گروپ میچ کے آخری دور میں نیوزی لینڈ اور انگلینڈ پر ایک پل کے لئے ٹورنامنٹ سے باہر ہونے کا خدشہ بھی لگا ہوا تھا۔یہیں سے ٹورنامنٹ میں دلچسپی بھی بڑھنے لگی اور گرتے سنبھلتے آخری چار تک پہنچنے کے لئے پاکستان امید لگائے بیٹھا ہوا تھا۔وہیں انگلینڈ بھی کچھ دیر کے لئے غوطے کھانے لگا جس سے انگلش شیدائی کچھ لمحے کے لئے مایوس ہونے لگے تھے۔جب انگلینڈ نے انڈیا کو ہرایا تو زیادہ تر لوگوں کو اِس بات کا شک ہونے لگا کہ انڈیا یہ میچ انگلینڈ سے جان بوجھ کر ہارا ہے تاکہ انگلینڈ کو آخری چار ٹیموں میں کھیلنے کا موقع مل جائے اور پاکستان کسی بھی قیمت پر کوالیفائی نہ کرے۔سچ پوچھیے تو یہ بات مجھے بھی ہضم نہیں ہو رہی تھی کہ آخر انگلینڈ سے انڈیا کیسے ہار گیا۔جو انڈیا ٹورنامنٹ کے شروعات سے ہر ٹیم کو آسانی سے ہرا رہا تھا وہ انگلینڈ سے کیوں کر ہار گیا۔کئی سوال ذہن میں اس میچ کے بعد ابھرے اور جس کا جواب آپ کو اس میچ کے دیکھنے کے بعد مل گیا ہوگا۔خیر آخری چار ٹیموں میں کانٹے کا مقابلہ شروع ہوا اور انڈیا جو کہ ٹورنامنٹ کی پسندیدہ ٹیم مانی جا رہی تھی اس نے سب سے پہلے اپنی ہار سے کروڑوں شیدائی کو سکتے میں ڈال دیا۔

میچ سے قبل ہر کوئی پر امید تھا کہ انڈیا نیوزی لینڈ کو آسانی سے ہرا دے گا۔اب یہ بات اُس حد تک تو درست ہے جب کھلاڑی اپنے فارم میں ہو اور بہترین کارکردگی کا مظاہرہ کرے۔تو بھلا کسے اس بات کا شک ہو کہ اس کی محبوب ٹیم کا جیتنا ناممکن ہے۔لیکن جس بات کو میں نے محسوس کیا وہ یہ ہے کہ ٹیم انڈیا کا حد سے زیادہ اعتماد اور ورلڈ چمپئن ہونے کے یقین نے ان کا بیڑہ غرق کر دیا۔بس جناب انہی باتوں نے ٹیم انڈیا کو ورلڈ کپ چمپئن کا لقمہ منھ سے چھین لیا۔اب ورلڈ کپ کی دلچسپی اور بڑھ گئی کیونکہ انگلینڈ نے آسٹریلیا کو ہرا کر فائنل میں جگہ بنالی تھی۔اس میچ سے اوروں کی طرح مجھے بھی کافی حیرانی ہوئی اور میری پیشن گوئی آخری چار ٹیموں تک ہی محدود ہو کر رہ گئی۔کیونکہ میں نے لوگوں سے یہ کہہ رکھا تھا کہ فائنل انڈیا اور آسٹریلیا کے بیچ ہوگا۔بطور کرکٹ کھلاڑی اور سرے لیگ کے (St Luke Cricket Club) سینٹ لیوک کرکٹ کلب کے کپتان کی حیثیت سے میں نے کرکٹ کے متعلق بہت کچھ سیکھا تھا۔لیکن انڈیا اور آسٹریلیا کی ہار سے میں نے اس بات کا اندازہ لگایا کہ زندگی میں کچھ باتیں ایسی ہوتی ہیں جس کا آپ جتنا بھی دعویٰ اور یقین کر لے یا اعتماد کر لے، نتیجہ بر عکس ہو ہی جاتا ہے۔تبھی تو ہم لوگ ایسی باتوں کو قسمت کا حوالہ دے کر پلّو جھاڑ لیتے ہیں۔لیکن جناب بات قسمت کی نہیں، بات ہے میدان میں دشمن کو کمزور نہ سمجھو کیونکہ دشمن اپنے ہر چال کو آزماتا ہے۔اتوار 14 جون کو دنیا کے کرکٹ شیدائیوں کی نظر لندن کے معروف اور تاریخی اسٹیڈیم (Lords) لارڈز پر لگی ہوئی تھی۔انگلینڈ اور نیوزی لینڈ دونوں ٹیموں کے لئے ورلڈ کپ جیتنا اہم تھا کیونکہ دونوں ٹیموں نے اب تک ورلڈ کپ نہیں جیتا تھا۔صبح سے لندن بادلوں سے ڈھکا ہوا تھا۔لیکن کرکٹ کے دیوانے موسم اور بادل کی پرواہ نہ کرتے ہوئے ہزاروں کی تعداد میں لارڈز اسٹیڈیم پہنچ گئے۔میچ کی شروعات نیوزی لینڈ کے بلے بازی سے ہوئی اور دھیرے دھیرے انگلینڈ کی عمدہ بالنگ سے نیوزی لینڈ کی پوری ٹیم کم رنوں پر سمٹ گئی۔جس سے اس بات کا اندازہ ہونے لگا کہ انگلینڈ کا ورلڈ کپ جیتا یقینی ہے۔لیکن کسے پتہ تھا کہ ہم سب کو زندگی کا ایک ایسا ورلڈ کپ فائنل دیکھنے کو ملے گا جس کے آخری اوور میں دل کا دھڑکنا بند ہو جائے گا۔سچ پوچھیے تو میں نے اپنی زندگی میں آج تک ایسا کرکٹ میچ نہیں دیکھا تھا۔پہلے تو انگلینڈ نے کسی طرح میچ کو ٹائی کر دیا جس کے نتیجے میں ’سوپر اوور‘ کا استعمال کیا گیا۔جس میں دونوں ٹیموں میں پھر ٹائی ہوا لیکن زیادہ باؤنڈریز لگانے کی بنا پر انگلینڈ کو فتح نصیب ہوئی۔اس طرح 2019 کا سنسنی خیز ورلڈ کپ کرکٹ فائنل کا خاتمہ ہوا۔زیادہ تر لوگوں نے نیوزی لینڈ کی ہار کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور اس فائنل کو محض ایک دلچسپ اور ناقابل یقین میچ بتا رہے ہیں۔تاہم وہیں کروڑوں انگلینڈ کے شیدائیوں نے اس فائنل کو انگلینڈ کی شاندار جیت مانتے ہوئے جشن منا رہے ہیں۔میچ کے بعد انگلینڈ کے کپتان اوئن مورگن نے پریس کانفرنس میں کہا کہ ’اللہ بھی ہمارے ساتھ تھا‘۔مورگن نے یہ بھی کہا کہ جب انہوں نے عادل رشید سے سے بات کی تو عادل رشید نے مورگن سے کہا ’یقیناً اللہ ہمارے ساتھ ہے‘۔انگلینڈ کی ٹیم میں ایک اور بات یہ دیکھی جا رہی ہے کہ کپتان مورگن سمیت سات کھلاڑی ایسے ہیں جن کی جڑیں انگلینڈ میں نہیں ہیں۔جس سے اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ انگلینڈ کثیر ثقافتوں والا ملک ہے اور ہم سب کو اس بات پر فخر بھی ہے۔میں انگلینڈ کی ٹیم کو تہہ دل سے مبارک باد پیش کرتا ہوں اور کرکٹ کے اس سنسنی خیز مقابلے کے لئے دونوں ٹیموں کے کھیل کو سراہا تاہوں۔

**

# مولانا ابوالکلام آزاد اقلیمِ صحافت کے عظیم ستون

ڈاکٹر احسان عالم
پرنسپل الحراء پبلک اسکول
رحم خاں، دربھنگہ

مولانا ابوالکلام آزاد کی پیدائش ۱۸۸۸ء میں ہوئی۔ کم عمری سے وہ کافی ذہین تھے۔ بیسویں صدی کے اوائل میں قومی اور سیاسی سطح پر ہندوستانیوں کے حقوق و مفاد کے لئے باضابطہ طور پر جدوجہد کا آغاز ہوگیا تھا۔ انگریزوں نے اپنے اقدار کی حفاظت کے لئے ہندوستانیوں کے بڑھتے حوصلوں اورعزائم کو دبانے کی ہر ممکن کوشش شروع کر دی تھی۔ ایسے حالات میں مولانا ابوالکلام آزاد کی ذہنی نشو ونما ہوئی۔ اپنی تحریر وتقریر اور دانشورانہ قیادت کے ذریعہ مولانا آزاد نے ایک خوابیدہ معاشرے میں زندگی کی تڑپ پیدا کردی اوران کی علمی، عملی، صحافتی اور سیاسی جدوجہد نے ہندوستانی قوم کوایک نئی شاہراہ پر لاکھڑا کیا۔ مولانا ابوالکلام آزاد کے اظہار خیال میں جذبہ اور جوش نمایاں ہوتا انداز خطیبانہ اور بے باکی غالب ہوتی۔ وہ کسی بھی مسئلہ میں اپنی رائے کا اظہار پوری قوت اور بے باکی سے کرتے تھے۔ اوران اداریوں کے ذریعہ ایک طرح انگریزوں اور سامراجی طاقتوں کو دعوت مبارزت دی جاتی اور ایسا معلوم ہوتا کہ آزاد اپنے اداریہ کے ذریعہ قوم کے سوئے ہوئے افراد کو جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر جگانے کی کوشش کر رہے ہیں اور زبان کے اعتبار سے ان پر ادب کا غلبہ ہوتا چونکہ مولانا آزاد عظیم صحافی کے ساتھ ساتھ بڑے خطیب بھی تھے۔ گویا مولانا ابوالکلام آزاد اقلیم صحافت کے عظیم صحافی ہونے کے ساتھ ساتھ بہادر لیڈر، عظیم خطیب، متبحر عالم دین، بااثر سیاستداں، منفرد ادیب شاعر اور اسلامی رُوح کے حامل شخص تھے اور انہوں نے اپنی تمام تر صلاحیتیں عالم اسلام کے اتحاد برصغیر کے مسلمانوں کی راہنمائی اور ملک کی آزادی کے لئے وقف کردیئے۔ مولانا ابوالکلام آزاد نے الہلال اور البلاغ کو اپنے افکار وخیالات اور جذبات کے اظہار کا ذریعہ بنایا۔ آپ صرف صحافی ہی نہیں تھے بلکہ آپ کی شخصیت ہشت پہلو تھی۔ اس لئے بہت جلد ہی پوری صحافت پر چھا گئے اور پورے ملک میں ان کا طوطی بولنے لگا۔ عوام ان کی زبان بولنے لگے۔ مولانا آزاد کو نہ کسی ملامت کرنے والوں کی ملامت اور نہ کسی حکومت وقت کا خوف ڈراتا تھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے مقابلے میں جوبھی آواز اُٹھی وہ اپنی موت آپ مرگئی۔

اس وقت ہفت روزہ وطن، مدینہ اور ہمدم کے ساتھ مسلم گزٹ بھی شائع ہورہا تھا۔ اس کے علاوہ سیاست پرتاپ، وندے ماترم کیسری ملاپ وغیرہ جاری ہوئے۔ لیکن ان میں سے کوئی بھی مولانا آزاد کی ادارت میں نکلنے والا اخبار ''الہلال'' کا مقابلہ نہ کرسکا۔ باوجود اس کے کہ یہ اخبار ہفت روزہ تھا لیکن اس کے سامنے یومیہ اخبار کی بھی چمک ماند پڑ گئی تھی اور ایک طرح سے بیسویں صدی کے رُبع اوّل میں اردو صحافت اور مقالہ نگاری سراپا جذبات پر آکر کھڑی ہوگئی تھی۔ اس فضا ہمارے سامنے جو بڑے نمونے اخبار نویسی کے پیش کئے ان میں ''الہلال'' کو نمایاں مقام حاصل ہے۔ گویا اس وقت سب سے زیادہ موثر اداریہ نگار میں حضرت مولانا ابوالکلام آزاد کا نام آتا تھا، جن کی اداریہ نگاری نے سامراجی طاقتوں کو دعوت مبارزت دی اور انگریزوں کو ناکوں چنے چبوادئے۔ اور سوئی ہوئی قوم کو بیدار کرکے اس کو اس کے حق سے آگاہ کیا۔ اور فضا میں آزادی کے ساتھ سانس لینے کا جو حق ایک انسان کو اللہ نے دیا تھا اس سے واقف کرایا۔ مدارس کے چہار دیواری سے وقت کے نامور اساتذہ کو نکال کر ان کو ان کا بھولا ہوا سبق یاد دلایا۔ اور خانقاہوں کے بزرگوں کو فلسفہ آزادی اور دین میں سیاست کی کیا اہمیت ہے اس سے آگاہ کیا اور قرآنی آیات اور رسول اللہ کی روایت کے ذریعہ بتایا کہ دین میں سیاست کی کیا اہمیت ہے اور آزادی کا مطالبہ کرنا حق ہے یا نہیں؟ اس طرح ہندوستان کی اس وقت کی گرما گرم سیاست میں مولانا آزاد کے ''الہلال'' اور ''الہلال'' کے بند ہونے کے بعد ''البلاغ'' نے اور خاص طور پر مولانا کے اداریہ نے بڑا موثر اور اہم کردار ادا کیا اور ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں آگ لگادی۔ مسلمان جو تحریک آزادی کے ایک اہم ترین قوت تھے اور جن کی شمولیت کے بغیر اس لڑائی میں فتح پانا ممکن نہ تھا مولانا کی تحریروں کے ذریعہ تحریک میں شریک ہوئے اور ہندوستان کی تحریک آزادی کامیابی کے قریب آنے لگی۔ مولانا آزاد کی صحافت کا طرز بڑا ہی نرالا اور منفرد تھا۔ وہ سب میں یکتا تھے اور حالات کے پس منظر میں لکھی گئی ان کی تحریر کا اس وقت کے سماج اور خاص طور پر مسلمانوں

کو انتظار ہوا کرتا تھا اور لوگ مولانا آزاد کو پڑھ کر اپنی سمت طے کرتے تھے۔

مولانا آزاد نے الہلال کی طرح ''البلاغ'' میں بھی اداریئے لکھے البتہ ''البلاغ'' کے ابتدائی دو نمبروں میں اداریہ کا کالم نہیں تھا۔ جس کے بارے میں مولانا خود رقم طراز ہیں:

بہر رسالہ تو جاری ہوگیا۔ مگر اب تک لکھنے کا موقع بالکل نہیں ملا۔ ابتدا کے دو نمبروں کے تمام ابتدائی صفحات عربی کے خطبہ افتتاحیہ نے لے لئے اور وہ نہایت اہم اور ضروری مطالب جن کے لئے فواتح سنین ماضیہ کی طرح اردو کے ایک مبسوط و مستقل فاتحہ البلاغ کا لکھنا ناگزیر ہے۔ اب تک انضباط تحریر سے محروم ہیں۔ اسی طرح وقت کے بعض مسائل مہمہ ہیں جن کے متعلق کچھ نہ کچھ لکھنا ضروری ہے ازاں جملہ مسلم یونیورسٹی ایسوسی ایشن کا گذشتہ اجلاس علی گڑھ اور خود موضوع روڈ قبول یونیورسٹی اور اس کے بعض احوال واطراف ایسے مواضع حوالی واطراف ایسے مواقع نظر وانکشاف ہیں جن سے کسی طرح قطع نظر نہیں کیا جا سکتا۔''

(''البلاغ'' کلکتہ، جلد نمبر: ۱، شمارہ نمبر: ۳، ۱۰ر دسمبر ۱۹۱۵ء ص: ۲)

مندرجہ بالا اقتباس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ''البلاغ'' کے جاری ہونے کے بعد دو نمبروں میں مولانا نے اداریہ کے نام سے کوئی تحریر نہیں لکھی اور تنگی وقت نے اس کا موقع نہیں دیا۔ البتہ اس کے بعد مولانا نے جو اداریئے لکھے وہ وقت و حالات کے لحاظ سے نہایت مستند اور بے باک ثابت ہوئے۔ حالات کی ستم ظریفی نے مولانا کے قلم کو روکنے کے بجائے اور تیز کر دیا۔ آیئے اس مضمون میں ''البلاغ'' کے اداریئے کے حوالے سے مولانا نے کیا کچھ لکھا ایک نظر ڈالتے ہیں۔

''البلاغ'' کے تیسرے شمارہ میں مولانا لکھتے ہیں:

''البلاغ'' جاری ہوگیا یہ اس کا تیسرا نمبر ہے مگر ہمیں جو کچھ کہنا تھا وہ اب تک باقی ہے اور شاید ہمیشہ باقی ہی رہے۔ دار الارشاد کے اجرا، رفتار تصنیف و تالیف کی غیر معمولی تیزی، ترجمۃ القرآن اور تفسیر کی ترتیب و اشاعت اور بعض دیگر اسباب و مواقع کے ہجوم میں اس کو غنیمت سمجھا گیا کہ کسی نہ کسی طرح پرچہ جاری ہو جائے اور بہر صورت اس کے مقررہ اوراق سادہ نہ رہیں۔ اللہ کے فضل ذرہ نواز نے بہت سی ایسی نظریں اپنی زمین پر پیدا کر دی ہیں جو اس عاجز کے برے بھلے، ادنیٰ و اعلیٰ، کمتر و بہتر، ہر طرح کی قلمی خدمات کو پذیرائی بخشنے کے لئے تیار رہتی ہیں۔ اور جب تک وہ باقی ہیں مجھے باقی دنیا سے کوئی سروکار نہیں۔

مولانا ابوالکلام آزاد نے ''الہلال'' مسئلہ ضمانت اور پھر قوم کی طرف سے جو تعاون حاصل ہوا اسے جس درد سے لکھا ہے اسے انہی کی زبان میں پڑھئے۔ مولانا لکھتے ہیں:

میں قومی جوش و خروش اور ایثار و انفاق کے وہ مناظر دیکھ چکا تھا جو اس بارے میں گذشتہ تین سال کے اندر متواتر مسلسل ظاہر ہوئے اور جنہوں نے تقلید و اتباع کی ایک مقبول راہ آئندہ کے لئے کھول دی تھی۔

یکے بعد دیگرے پریسوں سے ضمانتیں مانگی گئیں اور انہوں نے عام پبلک سے اپیل کی پبلک نے پورے جوش و خروش سے اس پر لبیک کہا۔ اور ایک ایسی مستعدی و سرگرمی کے ساتھ جس کی نظیر ہندوستان کے تمام جماعتی کاموں میں نہیں مل سکتی۔ دو ہزار سے لے کر پندرہ ہزار تک کی رقمیں چند ہفتوں میں فراہم کر دیں۔ ایک شخص کے حساب کے مطابق تقریباً چالیس ہزار روپیہ اب تک ضمانتوں کے لئے مسلمان دے چکے ہیں۔ رفتہ رفتہ یہ حالت اس قدر عام ہوگئی کہ ''ضمانت'' کے بعد عام چندے کا ہونا ایک طرح کی لازمی بات سمجھ لی گئی۔ اور ارباب مطالعہ اور پبلک دونوں نے ایک قدرتی حقیقت کی طرح اس پر اتفاق کر لیا۔ اس طرح مولانا آزاد کی صحافت نے ملک و ملت کو جو پیغام دیا اس پر آج بھی عمل پیرا ہونے کی ضرورت ہے۔ ''الہلال'' اور ''البلاغ'' کی صحافت کو ہندوستان کی قومی اور ملی زندگی کے لئے چراغ راہ بنانے میں اہم حصہ لیا ہے۔ ان کے صحافتی کارنامے موجود دور کے صحافیوں کے لئے بھی مشعل راہ ہیں۔ ***

## لطائف

بیویوں کی تعداد کا چار ہونا اس کے ناموں کے حروف کی تعداد سے ہی اشارہ ملتا ہے۔

شادی کے چار حروف = ش--ا--د--ی

نکاح کے چار حروف = ن--ک--ا--ح

شوہر کے چار حروف = ش--و--ہ--ر بیگم میں چار حروف = ب ی گ م

بیوی میں چار حروف = ب ی و ی، زوجہ میں چار حروف = ز و ج ہ

عورت میں چار حروف = ع و ر ت۔ لڑکی میں چار حروف = ل ڑ ک ی

ملکہ کے چار حروف = م ل ک ہ رانی کے چار حروف = ر ا ن ی

ناوی (پشتو) میں بھی چار حروف = ن ا و ی نساء میں بھی چار حروف = ن-س-ا-ء

اور WIFE میں بھی چار حروف ہیں = w_i_f_e۔ حتیٰ کہ ان سب ناموں سے بننے والے لفظ "دلہن" میں بھی چار حروف = د-ل-ہ-ن ان سب ناموں کے حروف کی تعداد سے یہی اشارہ ملتا ہے کہ بیویاں چار ہی ہونی چاہئیں۔

# آپا گلشن (سچی کہانی افسانے کے روپ میں)

امجد مرزا امجدؔ

ہر طرف آگ تھی‘ خون تھا لاشیں تھیں‘ لاکھوں اِنسانوں کے لٹے پٹے قافلے اِدھر سے اُدھر اور اُدھر سے اِدھر خون میں لتھڑے، لُٹی ہوئی عصمتوں کے ساتھ سفر کررہے تھے۔ لاشوں کا میلہ تھا۔ ادھ جلی لاشیں، ننگی لاشیں‘ ادھ کٹی لاشیں‘ ٹکڑے ٹکڑے لاشیں‘ خون سے لتھڑی لاشیں‘ مٹّی سے لت پت لاشیں‘ عورتوں‘ مردوں‘ بوڑھوں بچّوں کی لاشیں‘ جنہیں نہ غسل نصیب ہوا‘ نہ کفن ملا۔ نہ اُن پر کوئی ہاتھ اُٹھانے والا تھا نہ رونے والا۔ بے یارو مددگار لاشیں‘ جن پر گِدھ‘ چیل اور کوّے ضیافت اُڑا رہے تھے۔ جنہیں کُتّے نوچ نوچ کر کھا رہے تھے‘ لاشوں کے کھیت اُگے ہوئے تھے۔ حیوانیت اور بربریت کا ننگا ناچ ناچا جا رہا تھا۔۔ فضا میں کرپانیں اور واہگرو کے نعرے بلند ہو رہے تھے عورتوں کے ننگے جلوس نکالے گئے۔ اُن کی چھاتیاں کاٹ کر ہار بنائے گئے اور معصوم بچوں پر نیزوں کی دھار آزمائی گئی۔ مہاجروں کے قافلے جسموں پر کپڑوں کی بجائے زخم اوڑھے ہوئے تھے۔ گھر جل رہے تھے۔ گاؤں جل رہے تھے۔ شہر جل رہے تھے۔ انسانیت جل رہی تھی!! کٹے ہوئے اِنسانوں کی ٹرینیں پاکستان پہنچ رہی تھیں۔ لاشیں جن سے بدبو کے بھبھوکے اُٹھ رہے تھے۔ لاشیں جن سے ابھی تک خون بہہ رہا تھا۔ پاکستان، ہندوستان کے شہر جن کی سڑکوں پر خون کا چھڑکاؤ کیا گیا تھا۔ سڑکوں پر لاشیں پڑی تھیں‘ کسی کے باپ کی‘ کسی کے بھائی کی‘ کسی کے بیٹے کی لاش‘ آس پاس کے کھیت چکلے بن چکے تھے... نہ زمین پھٹی، نہ آسمان ریزہ ریزہ ہوا... خُدا خاموش تھا... ہمیشہ کی طرح۔ وہ اپنی اشرف المخلوقات کے کارناموں پر خاموش تھا۔

آدھی رات گئے جب سکھوں ہندوؤں کے جتھے قافلوں پر حملہ آور ہوتے تو فضا میں چیخ و پکار بلند ہو جاتی اور عورتوں کو اُن کے عزیزوں کے سامنے بے آبرو کیا جاتا، جوان لڑکیوں کو مالِ غنیمت سمجھ کر کندھوں پر ڈال کر لے جایا جاتا۔ بچّوں کے سر کاٹ کر ماؤں کے ہاتھوں میں دے دیئے جاتے۔ جوں جوں کٹی ہوئی ٹرینیں پاکستان پہنچتیں۔ جوں جوں رستے زخموں سے چور پیدل قافلے اپنی لٹی ہوئی عزتوں کے ساتھ اور جوان بہن‘ بیٹیوں کے ساتھ بین کرتے سرحد میں داخل ہوتے‘ جوان پاکستانی لڑکوں کا خون آنکھوں سے اُبلنے لگتا۔ وہ انتقام کی آگ میں جلنے لگتے اور مختلف ٹولیوں میں بکھر جاتے اور سکھوں ہندوؤں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر تہ تیغ کر دیتے۔ گھروں کو جلا دیتے۔ لڑکیوں عورتوں کو بانٹ لیتے اور کئی کئی دن اپنی مردانگی کا ثبوت دیتے۔۔

کچھ دن پہلے یوسف خان، مردان سے لاہور آیا تھا۔ یہاں اُس کا چاچا رہتا تھا۔ جہاں اس کے چار چچیرے بھائی بھی تھے۔ جو بھرپور جوان تھے محلے کے چند نوجوان لڑکوں نے آنے والے مہاجروں کے قصّے سن کر اپنے انتقام کی آگ کو ٹھنڈا کرنے کے لئے سکھوں کی لوٹ مار کا پروگرام بنایا اور یوسف خان بھی اِس ٹولی میں شامل ہوا اور دن بھر اپنا کمانی دار چاقو تیز کرتا رہا ۔ شام کو چاروں پٹھان چھوکروں نے کانا پھوسی کی اور اپنی گھیرے دار شلواروں میں چاقو اڑس کر گھر سے باہر نکل گئے۔ لاہور کی گلیوں کی بھول بھلیوں میں پھرتے وہ ایک اندھیری گلی کے کونے والے مکان کے آگے رُکے ، کچھ کھسر پھسر کی اور ایک گھوڑی بنا دوسرا بندر کی پھرتی سے اُس کی پیٹھ پر کھڑا ہو کر دیوار سے لپٹ کر صحن میں کود گیا۔ کچھ لمحے بعد اُس نے دروازہ اندر سے کھول دیا اور وہ پانچوں دبے پاؤں اندر چلے گئے۔ بڑے لڑکے نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ چند لمحوں بعد اندر سے سہمی ہوئی مردانہ آواز آئی ”کون ہے“۔ ”چاچا ... میں ہوں عادل خان۔ بہت ضروری بات کرنی ہے“۔ عادل خان نے اپنے مخصوص پٹھانوں کے لہجے میں کہا۔ اندر سے زنجیر کُھلنے کی آواز آئی۔ اندر لالٹین کی ہلکی ہلکی روشنی پھیلی ہوئی تھی اور کسی کے ہلکے ہلکے خراٹوں کی آواز آ رہی تھی۔ دروازے سے بہاری لال کا ڈرا ہوا چہرہ نمودار ہوا۔ کالے رنگ کے بدصورت کھتری نے اپنی موٹی توند کو کھجلی کی اور سوالیہ نظروں سے عادل خان کو دیکھا۔ ابھی وہ کچھ کہہ نہ پایا تھا کہ عادل خان نے اپنی پشت کے پیچھے چھپے ہوئے ہاتھ کو لہرایا اور بہاری لال نے زور سے ہائے کہا۔ عادل خان کے ہاتھ میں پکڑا ہوا بارہ اِنچ کا چھرا دستے تک بہاری لال کے ڈھول سے پیٹ میں اُتر چکا تھا۔ دوسرے ہاتھ سے عادل نے بھائیوں کو اِشارہ کر کے پشتو میں کچھ

کہا اور تمام لڑکے بجلی کی سرعت کے ساتھ کمرے میں گھس گئے۔ اندر پانچ چارپائیوں پر سوئے ہوئے لوگ اُٹھ بیٹھے تھے اور دہشت سے اُن کی گھگھی بندھ گئی تھی اور جسم کانپنے لگے۔ عادل نے ہاتھ کو زوردار جھٹکا دیا۔ چاقو پیٹ کو چیرتا ہوا سینے سے اُتر گیا۔ خون اُبل اُبل کو عادل کے ہاتھ کو رنگتا ہوا اُس کی قمیض کو سُرخ کر رہا تھا۔ بہاری لال کے چہرے پر دُکھ اور درد کی گہری پرچھائیاں تھیں اُس کی آنکھوں میں حیرانی اور بے یقینی کے سُرخ ڈورے پھیل گئے تھے۔ اُس کے ساتھ بہت بڑا دھوکا کیا گیا تھا بہت بڑا وشواس گھات ہوا تھا، وہ پیچھے ہٹ رہا تھا اور عادل خان چہرے پر گھناؤنی شیطانی مُسکراہٹ لیئے چاقو اُس کے پیٹ میں دبائے اُسے دھکیلتا جا رہا تھا۔ ہندو کی آنکھیں بند ہونے لگیں اُس نے اپنا بھاری بھرکم جسم بہت دیر قدموں پر کھڑا رکھا۔ عادل خان نے چاقو والا ہاتھ کھینچ لیا اور نفرت سے اپنے خون آلود ہاتھ کو جو آستین تک لہو سے نچڑ رہا تھا۔

”دیکھا... خنزیر کافر ہمارا کپڑا ابھی پلید کر دیا تو نے“... کہا اور پھر یکدم پیچھے ہٹا۔ بہاری لال کے پھٹے پیٹ سے اُس کی آنتیں شڑاپ کی آواز سے لٹک گئیں اور وہ دھڑام سے فرش پر آن پڑا۔ کمرے میں دہشت سے اُکھڑی ہوئی سانسوں کی آوازیں سرسرانے لگیں۔ بہاری لال کے بیوی بچّے اپنے اپنے بستروں پر لرزتے کانپتے پھٹی پھٹی آنکھوں سے یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے۔ پھر ایک لڑکے نے آگے بڑھ کر بہاری لال کی بیوی کو سر کے بالوں سے پکڑ کر سرہانے کے اوپر لٹایا اور گلے پر تیز دھار چاقو پھیر دیا۔ چاقو کو اُس کے کپڑوں پر صاف کر کے بڑے بھائی کی طرف دیکھنے لگا، جیسے پوچھ رہا ہو کہ اب کیا کروں؟ ۔۔ بیس سالہ یوسف خان اپنا کمانی دار چاقو کھولے تھر تھر کانپ رہا تھا... لُٹے لُٹے مہاجروں کے قصّے سن کر وہ بھی اِنتقام کا جذبہ لے کر گھر سے نکلا تھا، مگر اُسے یہ معلوم نہ تھا کہ اُس کے چچازاد اپنے محسن اور مالک جس کے پاس اُس کا چچا اور بڑا بیٹا برسوں سے ملازم تھے۔ اُس کے کھائے ہوئے نمک کا اِس طرح حق ادا کریں گے۔ یہ سازش اُس کی لاعلمی میں تیار ہوئی تھی وہ یہی سوچ رہا تھا کہ اُسے چیخ سنائی دی۔ دولڑکوں نے بہاری کے بیٹے کو ذبح کر دیا تھا... اور پھر دونوں نے دونوں لڑکیوں کو پکڑ کر چارپائی پر ڈال دیا... اور لڑکیاں بُری طرح تڑپ کر اُن سے چھوٹ چھوٹ جاتیں۔ یوسف خان آگے بڑھا اور بڑے چچازاد عادل خان کو پوچھا۔

”ان کو بھی قتل کرو گے؟“ ابھی اُس کی بات مکمل نہ ہوئی تھی کہ عادل خان مسکرایا اور آنکھ مار کر بولا۔ ”یوسف خان مجھے معلوم ہے تم ابھی کنوارے ہو، آج ان پر تمہارا کنوارا پن توڑنا ہے۔“ وہ سب کھی کھی کر کے ہنسنے لگے۔ یوسف خان کے ماں باپ بہت نیک نمازی لوگ تھے اور دو بھائی تین بہنوں کا یہ چھوٹا بھائی بہت سادہ دل اور نرم طبیعت اِنسان تھا۔ اُسے افسوس ہونے لگا تھا کہ چچازاد بھائیوں کے بہکاوے میں آ گیا اور ایک بے گناہ خاندان کے قتل میں ملوث ہو گیا۔ ”نہیں عادل خان ایسا نہیں ہوگا۔ ان لڑکیوں کے سامنے تم نے ان کے ماں باپ اور بھائی کو قتل کر دیا اور اب اُن کی عصمت بھی لوٹو گے۔ ہم پٹھان ہیں بھائی۔۔ ہندوؤں سکھوں کی طرح بے غیرت بے حس و بے مروت نہیں کہ اپنے پڑوسیوں دوستوں اور محلہ داروں کو قتل کریں اور ان کی بیٹیوں کی عزتیں لوٹیں جو کچھ عرصہ پہلے تمہیں بھائی بیٹا پکارتی تھیں۔ یہ بہاری لال تو چچا کا بہت پرانا سیٹھ ہے نا اس کی دُکان پر چچا اور تم نوکری کرتے تھے اور آج تم اسی کو۔۔“

عادل خان غصّے میں لال بھبھوکا ہو گیا۔ ”اوئے بزدل بس کر خاموش ہو جا، کبھی دیکھی نہیں وہ ٹرینیں جو امرتسر سے آتی ہیں کیمپ میں جا کر سنو اُن عورتوں کے قصّے کہ کس طرح ایک ایک عورت کو دس دس، پندرہ پندرہ درندوں نے نوچا، چیلوں کی طرح ان کا ماس ہی نہیں نوچا بلکہ ان کو گلیوں بازاروں میں ننگا گھسیٹا۔ ایک ایک عورت سے پوری قوم کا انتقام لیا۔۔۔ آج ہم بھی اُن سے اپنی مسلمانوں عورتوں کا بدلہ لے کر اپنا خون ٹھنڈا کریں گے۔“ یہ کہہ کر عادل خان نے چھوٹی لڑکی جو پندرہ سولہ سال کی ہوگی اُس کو پکڑا اور گھسیٹتا ہوا کمرے سے ملحقہ کوٹھری میں لے گیا۔ اُس کی بڑی بہن نے لڑکوں کو اُس طرف متوجہ دیکھا تو نہایت تیزی سے لپک کر کمرے سے باہر نکل گئی اور دوڑتی ہوئی چھوٹا سا صحن عبور کر کے ڈیوڑھی سے باہر نکل کر گلی میں گم ہو گئی۔ یوسف خان نے موقع سے فائدہ اُٹھایا اور اُسی تیزی سے لپک کر کمرے سے باہر نکلا اور دروازہ بند کر کے باہر سے کنڈا چڑھا دیا۔ اُس کے چچازاد غُصّے سے چلّا چلّا کر دروازہ پیٹنے لگے مگر یوسف خان اُن کی پرواہ کیے بغیر بھاگتا ہوا گلی میں نکل گیا۔ اُسے اندھیرے میں پاؤں کی چاپ سنائی دی اور وہ اُسی سمت تیر کی طرح لپکا جوان صحت مند تھا گھوڑے کی طرح سرپٹ بھاگا تو اُسے اندھیرے میں ایک سایہ دوڑتا نظر آیا۔ اُس نے آواز دی اور رُکنے کا کہا، مگر متوحش لڑکی اپنی جان اور

عزّت بچانے کی لئے سرپٹ دوڑتی گئی۔ پھر اُسے کسی چیز کی ٹھوکر لگی اور وہ چیختی ہوئی منہ کے بل زمین پر پٹخی اور کراہتی ہوئی جوں ہی اُٹھی یوسف خان اُس کے سر پر آن پہنچا۔ وہ روتی ہوئی ہاتھ جوڑنے لگی۔

''خدا کے لئے مجھے نہ مارنا''... وہ بُری طرح کانپ رہی تھی اور بلک بلک کر رونے لگی۔ اندھیرے میں یوسف خان کو اُس کے چہرے پر خون بہتا محسوس ہوا یہ گرنے کی وجہ سے چوٹ لگی تھی۔ ''مجھ پر یقین کرو۔ میں قسم اُٹھاتا ہوں۔۔تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ تم سن رہی ہونا۔۔ میں اُنہیں بھی منع کر رہا تھا۔ اگر زندہ رہنا چاہتی ہو تو میرا کہا مانو اور خاموشی سے میرے ساتھ آؤ۔ ہمیں ابھی بہت دور جانا ہے''۔۔ پھر یوسف خان نے اپنی قسم نبھائی اور چار روز کے بعد چھپتا چھپاتا لڑکی کو سفید برقع پہنا کر مردان لے گیا۔ یوسف خان کے والدین کو ابھی اُس واقعہ کی اِطلاع نہیں ملی تھی۔ یوسف خان نے ماں باپ کو ہر بات تفصیل سے بتائی۔ لڑکی نے بتایا کہ عادل خان اور اُس کا باپ بابر خان اس کے باپ کے بہت قابل اعتماد ملازم تھے۔ بابر خان کئی برس سے کام کرتا تھا۔ فسادات شروع ہوئے تو بابر خان نے اس کے خاندان کو مسلمانوں کے محلّے میں ایک مکان کرایہ پر لے کر چھپا دیا کہ کچھ دن بعد سکون ہوگا تو تم لوگوں کو بارڈر کراس کرا دیں گے۔ تب تمام کاروبار بابر خان نے سنبھال لیا اور پھر باپ بیٹے نے سازش کی عادل خان اپنے بھائیوں کے ساتھ آیا اور سب کو قتل کر دیا۔ یوسف خان کے گھر والوں نے اپنے بیٹے کے عہد کو نبھایا اور خاندان کی مخالفت کے باوجود ہندو لڑکی کی حفاظت کی۔ یوسف خان کے والدین نے چند ایک بار کوشش کی کہ اس کو برآمد ہونے والی عورتوں کے کیمپ میں بھیج دیا جائے مگر یوسف خان آڑے آجاتا۔ ''نہیں۔۔ اس کی ذمہداری اب میری ہے کیونکہ میں اسے بچا کر لایا ہوں۔ یہ ایک پٹھان کا عہد ہے کہ وہ اُس کی حفاظت کرے گا لہٰذا میں نے اُس عہد کو نبھانا ہے''۔ یوسف کی ماں اپنی بہن سے وعدہ کر چکی تھی کہ یوسف خان کے لئے اُس کی بیٹی کا رشتہ لے گی۔ مگر بیٹے کے تیور دیکھ کر وہ بھی پشیمان ہوگئی تھی۔ ہندو لڑکی کی وجہ سے خاندان والوں کی تضحیک برداشت کرنا پڑتی... اور پھر چند ماہ بعد لڑکی اُس پٹھان خاندان کے حسن سلوک سے اِتنی متاثر ہوئی کہ وہ رتنا کماری سے گلشن بانو بن گئی... اور یوسف خان نے گلشن بانو سے شادی کا فیصلہ کر لیا... ماں باپ بہن بھائیوں نے سمجھایا۔ دوستوں نے عمر کا فرق بتایا، گلشن بانو یوسف خان سے چار سال بڑی تھی۔۔۔ مگر اس کا فیصلہ پتھر پر لکیر ثابت ہوا۔ گلشن بانو کی ذمّہ داری وہ اپنی ذمّہ داری سمجھتا تھا۔ اس کے خیال میں گلشن بانو کا دنیا میں اور کوئی نہیں تھا اُسے علم ہو چکا تھا کہ گلشن بانو کی چھوٹی بہن کو اس کے چچا زاد بھائیوں نے کئی دن تک بے آبرو کر کے قتل کر دیا تھا۔ اور بہاری لال کی تمام دولت اور کاروبار پر قبضہ کر لیا تھا۔۔۔ وہ گلشن بانو کو ہندوستان بھی بھیجنا نہیں چاہتا تھا کہ وہاں بھی وہ ذلیل وخوار ہوگی۔ آخر بیٹے کی ضد کے سامنے ماں باپ نے ہار مان لی اور یوسف خان نے گلشن بانو سے شادی کر لی۔ چند برس وہ مردان میں رہے اور پھر کراچی منتقل ہوگئے۔ 1962ء میں یوسف خان انگلینڈ آ گیا اور دو سال بعد اپنی بیوی کو بھی بلا لیا۔ پھر ایک رشتہ دار فیملی کی معرفت مجھے گلشن بانو اور یوسف خان سے ملنے کا اِتفاق ہوا، گلشن بانو دو گلیاں پرے رہتی تھی اور میری کزن کے ہاں آنا جانا تھا۔ اُنہی کی معرفت مجھے دونوں میاں بیوی کی زندگی کے حالات کا پتہ چلا اور مجھے خان صاحب سے ملنے کا اِشتیاق ہوا۔ میں اُس عظیم قول کے پکے اور باکردار شخص سے ملنا اعزاز سمجھتا تھا۔ میں اپنی بیوی اور کزن فیملی کے ہمراہ خان صاحب کے گھر گیا۔ اور میں یہ دیکھ کر دنگ رہ گیا۔۔ مردان کا رہنے والا سرخ و سپید سیب جیسے گالوں والا جس کی ادھیڑ عمر بھی مردانہ حسن کو پامال نہ کر سکی اور ساتھ بیٹھی ہوئی گلشن بانو جسے ہم سب آپا گلشن کہتے تھے سیاہ رنگ کی موٹے موٹے بھدے نقوش لیے اور چہرے پر بچپن میں نکلے ہوئے چیچک کے گڑھے اس کی بدصورتی میں مزید اضافہ کر رہے تھے۔ میں اُن کے ماضی میں کھو گیا کہ اِس بدصورت شکل عورت کے لئے اتنے خوبصورت نوجوان نے اپنے ماں باپ کی ناراضگی مول لی۔ اپنی خالہ زاد خوبصورت پٹھانی کا رشتہ رد کر دیا۔ اپنے چچا زاد بھائیوں کی دشمنی برداشت کی۔ برادری، معاشرے میں غیر پٹھان عورت سے شادی کر کے تنہائی کا زہر پیا اور کراچی جا کر روپوش رہا اور پھر وہاں سے سات سمندر دور آ گیا۔ کیا دیکھا اس نے اس عورت میں کیا خوبی دیکھی جس کے لئے اِتنی بڑی قربانیاں دیں اِتنی بدصورت عورت کے لئے ساری عمر تمام خاندان سے کٹا رہا۔ کچھ مدّت بعد خان صاحب کے ہاں آنا جانا رہا اور کچھ بے تکلّفی ہوگئی تو ایک دن میں پوچھ بیٹھا تو مُسکرا کر بولے۔ ''مرزا جی! اپنے لیے تو سب جیتے ہیں کسی کے لئے جینا ہی اصلی جینا ہے اور پھر شکل صورت، رنگ روپ یہ تو سب ظاہری حسن ہے۔ لاثانی ولافانی حسن تو باطنی ہے۔ جو زندگی کے ہر دور میں متاثر کرتا ہے اور پھر

مرد کا ایک قول ہوتا ہے اور میں نے اپنا قول نبھایا ہے اور الحمدُ للہ بہت خوش اور مطمئن ہوں اور چند برسوں کی رفاقت میں میں نے خان صاحب اور آپا گلشن بانو کی شخصیت ایک چھتنار درخت کی سی گہری اور مہربان محبت ونرمی میں رچی ہوئی پائی جسے دیکھتے ہی اُس کے قریب جانے اور اُس سے محبت میں ستانے کو دل مچل اُٹھے۔

پھر کچھ مدت بعد ہم پاکستان چلے گئے اور وہاں سیٹل ہو گئے حالات نے پھر کروٹ لی اور ہم مع بچوں کے دوبارہ آٹھ سال بعد لندن آ گئے۔ کچھ عرصہ بعد ذہنی طور پر پُرسکون ہوئے تو خان صاحب اور آپا گلشن کی یاد ستانے لگی ۔ ہم میاں بیوی اُن کے یہاں گئے مگر وہاں تو گلشن اُجڑ چکا تھا خان صاحب کو کینسر کی جان لیوا بیماری نے جکڑ لیا تھا اور جب ڈاکٹروں نے جواب دے دیا تو اُن کی خواہش کے مطابق آپا گلشن اُنہیں وطن لے گئی۔ ماں باپ مر چکے تھے۔بہن بھائی بکھر چکے تھے مگر گلشن بانو نے اجنبی شہر میں ایک سال بیمار خاوند کو کرایہ کے مکان میں رکھا اور خاوند کی آخری خواہش پوری کی اور اُنہیں ان کے آبائی قبرستان میں ماں باپ کے پہلو میں دفن کر کے واپس لندن آ گئی ۔اب وہ منتظر تھی کہ کب اُس کا بلاوا آئے اور وہ اپنے خاوند کے پاس جائے مگر ابھی ایک اِمتحان باقی تھا ... میں کچھ ذاتی کاموں میں ایسا مشغول ہوا کہ کئی ماہ گذر گئے ایک دن آپا کا فون آیا تو پتہ چلا کہ وہ اس مکان کو بیچ کر کہیں چلی گئی ہے۔ کچھ ہفتوں بعد آپا کا پھر فون آیا کہ میں فلاں ہسپتال میں ہوں مجھے فوراً آ کر ملو۔ہم میاں بیوی اُسی دن ملنے گئے آپا گلشن ہڈیوں کا لباس پہنے لیٹی تھی ۔اُنہیں دیکھ کر آنسو نہ رُکے ... وہ مردہ سی مسکراہٹ سے بولی۔’’معاف کرنا مجھے مہلت نہ ملی کہ میں آپ لوگوں کو باخبر کرتی --- پتہ ہے میں خان کو لے کر جب مردان گئی اور ایک سال کرایہ کے مکان میں رہی اور ساتھ لے جایا ہوا پیسہ خرچ کرتی رہی۔خان صاحب کا ایک بھائی اور بہن ہی ملنے آئے کسی نے یہ بھی نہ پوچھا کہ کہاں سے کماتے ہو اور کہاں سے کھاتے ہو اور پھر خان صاحب کے جنازہ پر سب برادری آئی اور اُن کے رواج کے مطابق میں چالیس دن تک وہاں رہی ۔مگر پھر کوئی ملنے نہ آیا اور پتہ ہے میں وہاں بیمار پڑ گئی تو خان صاحب کا ایک بھتیجا مجھے کراچی لے جا کر ایک ہسپتال میں داخل کرا کے گھر واپس چلا گیا۔ میں دو ماہ وہاں تنہا پڑی رہی اور پھر جوں ہی واپس لندن پہنچی ۔خطوط آنے شروع ہو گئے کہ اپنا مکان بیچو اور ہمیں ہمارا حصّہ دو۔خان صاحب کا ایک بھتیجا بھی لندن کے قریب رہتا ہے۔ایک دن آ کر کہنے لگا تم بوڑھی ہو، بیمار عورت ہو کسی دن حادثے میں مر گئی تو یہ ڈیڑھ لاکھ پونڈ کا مکان حکومت کے قبضہ میں چلا جائے گا اور تمہاری اولاد بھی نہیں ہے لہٰذا خان صاحب کے بہن بھائیوں کا حق نہ مارنا! میں نے سوچا وہ درست کہتا ہے ...میں اپنے خان کو کوئی وارث نہ دے سکی اب اگر ان کے بہن بھائیوں کو ان کا حق نہ دیا تو میرے خان صاحب کی روح کو کتنی تکلیف ہو گی۔لہٰذا میں نے مکان بیچ کر تمام رقم ان کو بھیج دی اور چند روز اپنی سہیلی کے پاس رہی پھر ایسی بے ہوش ہو کر گری کہ کل ہوش آیا ...‘‘میں نے آنسوؤں میں ڈبڈبائی آنکھوں سے گہرے دِلی احترام سے آپا گلشن بانو کو دیکھا...آج ان کی باطنی فقید المثال خوبصورتی آنکھوں کو چکا چوند کر رہی تھی۔میرا دل پُکار اُٹھا۔’’آپا گلشن تم کتنی خوبصورت ہو‘‘..خان صاحب کے الفاظ میرے ذہن میں گونجنے لگے۔’’لاثانی ولافانی حسن تو باطنی ہے جو زندگی کے ہر دور میں متاثر کرتا ہے‘‘ ۔اس روز آپا گلشن بستر پر لیٹی بہت پیاری لگ رہی تھی۔مگر افسوس وہ دن اس کی زندگی کا آخری دن تھا۔وہ اسی شام اپنے خان کے پاس چلی گئی!

## لطائف

۱۔مسجد کے ستون پر لکھا تھا اللہ دیکھ رہا ہے۔پھر بھی پنکھا چوری ہو گیا مولانا صاحب نے دوسرے ستون پر لکھوا دیا کیمرے کی آنکھ آپ کو دیکھ رہی ہے۔ چھ ماہ ہو گئے امن سکون ہے۔

۲۔سکھ کی منگنی لکھنؤ میں ہوئی بارات جانے سے پہلے ماں نے سمجھایا "بیٹا! لکھنؤ کے لوگ بہت مہذب ہوتے ھیں، کوئی ایسی بات نہ کرنا جس سے جٹوں کی بدنامی ہو ’’سردار نے فرمانبرداری سے پوچھا‘‘ ماں جی، میں کرنا کی اے؟؟ ماں بولی‘ بیٹا جب سسر ملنے کو آئے تو کہنا’’ ابا حضور آداب‘‘...ساس ملے تو کہنا’’امی حضور آداب‘‘...کھانا کھانے سے پہلے ہاتھ دھونا...چھوٹے نوالے لینا اور پلیٹ میں بالکل تھوڑا کھانا ڈالنا...ایک اہم بات! لکھنؤ کے لوگ کھیر کو سویٹ ڈش کہتے ہیں، تم بھی سویٹ ڈش ہی کہنا‘‘...بارات لکھنؤ پہنچی سسر آیا تو دلہا بولا’’ ابا حضور آداب‘‘! سسر بہت خوش ہوا بولا" کتنا مہذب ہے ہمارا بیٹا"!! جب ساس سے کہا" امی حضور آداب"!...وہ بھی بہت خوش ہوئی...کھانا کھانے سے پہلے ہاتھ دھونے اور آدابِ تناول پر میزبان عش عش کر اُٹھے سسر سے نہ رہا گیا اور بولا " بھئی ھم نے تو سنا تھا کہ سکھ لوگ بس گنوار ھوا کرتے ھیں، مگر تم نے ثابت کیا کہ ہمارا بیٹا تو بہت ہی مہذب ہے "...دلہا جذباتی انداز میں بولا’’ اے جے تُسی تہذیب ویکھی کتھے وے! ڈیلے تے تہاڈے اودوں پاٹنے نیں جدوں میں کھیر نوں سویٹ ڈش آکھیا‘‘

# پھیکا اور مبشرہ ناز

پھیکا ایک زخمی شخص کو لے کر ہسپتال آیا تھا جسے خون کی سخت ضرورت تھی۔ اس کے بلانے پر میں ہسپتال پہنچ تو گیا مگر میرے پہنچنے سے پہلے ہی خون کا بروقت انتظام نہ ہونے کی وجہ سے اس کی جان چلی گئی۔اس شخص کے لواحقین ہسپتال پہنچ چکے تھے۔ بیوی اور ماں غم سے نڈھال پتھرائی آنکھوں سے مرنے والے کے چہرے کی طرف دیکھ رہی تھیں شاید ابھی اُٹھ بیٹھے گا اور ہنس کر ماں کے گلے میں باہیں ڈال دے گا۔دھیرے سے نئی نویلی دلہن کے کان میں پیار بھری سرگوشی کرے گا کان کی بالی ہنسے گی گال کو چومتی ُچنی کے پیچھے جا چھپے گی۔مگر وہ تو چلا گیا تھا جس کی نظر سے دل کے نگر آباد تھے کان کی بالی چُپ پڑی تھی چنی سر سے ڈھلکی کاندھے سے لپٹی رو رہی تھی۔ بارش ہو رہی تھی مٹی سے اٹھنے والی سوندھی خوشبو آج جانے کہاں جا بسی تھی۔مٹی پر پڑتی بوندوں سے لوبان اور کافور کی مہک اُٹھ رہی تھی جو سارے ہسپتال میں پھیلی تھی۔بارش نے چارنینوں کے سارے آنسو چرا لیئے تھے۔

میرے سامنے وہ دو پتھر آنکھوں سفید پڑتے چہرے والی عورتیں بیٹھی تھیں جن کا جہان پل میں اُجڑ گیا تھا۔ پھیکا غم سے نڈھال میرے کندھے سے لگ کر تڑپ تڑپ کر رو رہا تھا۔اس کے ہاتھوں میں جان نکلی تھی اُس جوان کی۔اچھا بھلا مضبوط دل کا بندہ بھی تڑپ جاتا اپنا پھیکا تو بہت نرم دل اور حساس تھا۔ کہنے لگا۔’’صاحب جی ہسپتال کے اتنے بڑے عملے میں ایک بھی بندہ ایسا نہیں تھا جس کا لہو اُس نمانی کی جان بچا لیتا۔عملے کے خون کے گروپ کا تو ریکارڈ ہونا چاہیئے صاحب جی۔کسی کی دنیا اندھیر ہوگئی۔ میرے کپڑوں پر لگے اس خون کی خوشبو ساری زندگی مجھے تڑپائے گی اس لہو کے دھبے میری قمیض سے اُتر بھی گئے صاحب جی تو دل سے ان کے داغ نہیں جائیں گے۔ پنڈے سے اُداسیاں جانے کب تک لپٹی رہیں گی۔اُداسی کی ویل اک واری پنڈے پر چڑھ جائے نا صاحب جی تو اس سے جان چھڑانی مشکل ہو جاتی ہے پنجے گاڑ دیتی ہے خون چوس لیتی ہے جی پنڈے کا۔ پتہ ہے صاحب جی اس جوان کی ووہٹی کے چہرے پر میری گڈی کی آنکھیں لگ گئیں تھیں۔شکوے سے بھری حیران پتھرائی ہوئی سوال کرتی آنکھیں ابا میرے گھر والے کو بچا لو میری نکی جئی گڈی ترلے پاتی ہے لکھ سر جھٹکتا ہوں پر ووہٹی اور گڈی ایک دوسرے کے پیچھے چھپ جاتیں ہیں۔‘‘ ڈیڈ باڈی بھجوانے کے بعد میں اور پھیکا خون کا عطیہ دینے چلے گئے۔اس کے بعد میں پھیکے کو خود اس کے گھر چھوڑ کر آیا۔کچھ دنوں کے بعد شاید میں یہ سارا قصہ بھول جاتا کہ پھیکا ملنے چلا آیا۔لنگر خانے کے لیئے ڈاکٹر کا انتظام تو وقار نے کر ہی رکھا تھا۔ پھیکے نے لنگر خانے کے تمام عملے کا اپنی نگرانی میں باقاعدہ چیک اپ کروایا۔ ہر شخص کے بلڈ گروپ کا ایک کارڈ بنا جسے آئی ڈی کارڈ کی طرح ہر وقت ساتھ رکھنے کی سخت ہدایت دی گئی۔تمام عملے کی صحت اور خوراک کا مکمل خیال رکھا جاتا۔ عملے کے تمام افراد باری باری خون کا عطیہ دیتے۔قریب کے سب ہسپتالوں کو انفارم کر دیا گیا تھا۔ پھیکے کی آنکھوں میں یہ سب بتاتے ہوئے خوشی کے آنسو تھے۔’’صاحب جی کچھ دن پہلے ایک اماں جی کو خون کی ضرورت تھی۔ماں جی کا اور میرا خون ایک ہی تھا۔ملتا کیسے نا ماں جو ہوئی۔ مجھ جھلے کا خون رائیگاں نہیں گیا۔ پھیکا فالتو نہیں ہے ماں جی کی رگوں میں پھیکے کا خون دوڑ رہا ہے صاحب جی۔وہ بڑے جوش سے بتا رہا تھا اللہ نے یقیناً اُسے چُن رکھا تھا وہ اُس سے جب بھی کوئی اچھا کام لینا چاہتا اُسے اِس راہ پر ڈال دیتا تھا۔ پھیکا اللہ کے سب اشارے سمجھ لیا کرتا تھا۔میں حیران تھا اس نے اتنا بڑا کام بہت منظم طریقے سے کیا تھا۔تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود میرے دل میں یہ خیال کیوں نہیں آیا میں بہت شرمندہ تھا ساری بات نیک نیتی کی ہے وہ ہر وقت دوسروں کا بھلا سوچا کرتا تھا اور ہمیں اپنا نفع نقصان کسی اور طرف دیکھنے ہی نہیں دیتا۔ہم ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ملک کے حالات پر کڑھتے رہتے ہیں۔ ملک کی بہتری کے لیئے ہم نے کیا ہی کیا ہے؟ ساری رات میں سو نہ سکا۔اگلے دن میں نے لنگر خانے جا کر پھیکے کو اپنا بلڈ گروپ لکھوایا پھیکے یار کسی کو خون کی ضرورت ہو تو مجھے بھی بلا لینا بہت قرض ہے مجھ پر بھی اس پاک دھرتی کا۔ پھیکے کو گلے سے لگا کر تھپکی دیتے ہوئے میں نے دل میں کہا یار تو فالتو نہیں ہے فالتو تو ہم ہیں۔تو تحفہ ہے رب کا اپنی ماں کے نیک کرموں کا پھل۔ پھیکے کو بچپن سے ہی بھرم رکھنے آتے تھے۔اس وطن کو بنانے کے لیئے لہو بہانے والوں کے بھرم تو پھیکے جیسے رکھ رہے تھے۔ پھر میں نے ہفتے میں ایک دن رضا کارانہ طور پر لنگر خانے جانا شروع کر دیا۔شدید گرمی میں کچن کے کام میں ہاتھ بٹاتے وقت جو خوشی میں نے محسوس کی وہ بیان سے باہر ہے۔لنگر خانے کے باہر جھاڑو لگاتے اور صفائی کرتے وقت میرے بدن سے بہتا پسینہ مٹی میں ملتا مٹی سے میرا اور اپنا رشتہ بُن رہا تھا۔

لوبان اور کافور کی خوشبو اُٹھنے سے پہلے
کیوں نہ خاک ہو جائیں ہم خاک ہونے سے پہلے

میری آنکھ سے گرتے آنسو اور پسینہ مٹی سے پوری طرح یاری لگائے بیٹھے تھے۔قبر میں جانے سے پہلے ہی مٹی سے یاری لگا لینا بہتر ہے میں جان گیا تھا پھیکا مٹی ہو گیا تھا اس کے خمیر سے اٹھتی سبزے کی بہار دھرتی کو مہکا رہی تھی وہ دھرتی پر چھاؤں کیئے بیٹھا تھا۔

## نصیحت آموز واقعہ...لالچ

# جستہ جستہ

عطاء القادر طاہر

ایک بادشاہ نے کسی بات پر خوش ہو کر ایک شخص کو یہ اختیار دیا کہ وہ سورج غروب ہونے تک جتنی زمین کا دائرہ مکمل کر لے گا، وہ زمین اس کو الاٹ کر دی جائے گی۔ اور اگر وہ دائرہ مکمل نہ کر سکا اور سورج غروب ہو گیا تو اسے کچھ نہیں ملے گا۔ یہ سن کر وہ شخص چل پڑا۔ چلتے چلتے ظہر ہو گئی تو اُسے خیال آیا کہ اب واپسی کا چکر شروع کر دینا چاہیئے مگر پھر لالچ نے غلبہ پا لیا اور سوچا کہ تھوڑا سا اور آگے سے چکر کاٹ لوں، پھر واپسی کا خیال آیا تو سامنے کے خوبصورت پہاڑ کو دیکھ کر اس نے سوچا اس کو بھی اپنی جاگیر میں شامل کر لینا چاہیئے۔

الغرض واپسی کا سفر کافی دیر سے شروع کیا۔ اب واپسی میں یوں لگتا تھا جیسے سورج نے اس کے ساتھ مسابقت شروع کر دی ہے۔ وہ جتنا تیز چلتا پتہ چلتا سورج بھی اُتنا جلدی ڈھل رہا ہے۔ عصر کے بعد تو سورج ڈھلنے کی بجائے لگتا تھا بھاگنا شروع ہو گیا ہے۔ وہ شخص دوڑنا شروع ہو گیا کیونکہ اسے سب کچھ ہاتھ سے جاتا نظر آ رہا تھا۔ اب وہ اپنی لالچ کو کوس رہا تھا، مگر بہت دیر ہو چکی تھی۔ دوڑتے دوڑتے اس کا سینہ درد سے پھٹا جا رہا تھا، مگر وہ تھا کہ بس دوڑے جا رہا تھا۔ آخر سورج غروب ہوا تو وہ شخص اس طرح گرا کہ اس کا سر اس کے سٹارٹنگ پوائنٹ کو چھو رہا تھا اور پاؤں واپسی کے دائرے کو مکمل کر رہے تھے، یوں اس کی لاش نے دائرہ مکمل کر دیا۔ جس جگہ وہ گرا تھا اسی جگہ اس کی قبر بنائی گئی اور قبر پر کتبہ لگایا گیا، جس پر لکھا تھا... اس شخص کی ضرورت بس اتنی ساری جگہ تھی جتنی جگہ اس کی قبر ہے اللہ پاک نے بھی اسی طرف اشارہ کیا ہے: والعصر۔ ان الانسان لفی خسر... آج ہمارے دائرے بھی بہت بڑے ہو گئے ہیں، چلیے واپسی کی سوچ سوچتے ہیں اللہ پاک ہمیں موت سے پہلے موت کی تیاری کی توفیق نصیب فرمائے اور خاتمہ بالخیر فرمائے.. آمین!

## فتویٰ باز مولوی

گاؤں کے بیچوں بیچ بھرے بازار میں عورت مرد آپس میں لڑ پڑے بات زیادہ بڑھی تو مرد نے ادھر ہی کھڑے کھڑے سب کے سامنے طلاق دے ڈالی۔ تھوڑی دیر بعد گاؤں میں ایک اور شور برپا ہو چکا تھا وہ یہ تھا کہ مولوی صاحب نے فتویٰ صادر فرما دیا کہ یہ طلاق بالکل نہیں ہوئی۔ سارے گاؤں والے اس بات پہ مولوی صاحب کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے کہ جب اس طلاق کا سارا گاؤں گواہ ہے تو آپ کیسے کہہ سکتے ہیں یہ طلاق نہیں ہوئی۔ لگتا ہے آپ نے پیسے لے کے دین کو بیچ ڈالا ہے۔ سارا گاؤں تو ایک طرف مولوی صاحب کو برا بھلا کہہ رہا تھا مگر دوسری طرف اس مرد اور عورت کا بیٹا اکیلا ہی مولوی صاحب کی تعریف کر رہا تھا کہ یہ مولوی بہت اچھا اور صاحب علم ہے اس نے بالکل درست اور صحیح مسئلہ بتایا ہے۔ ادھر گاؤں میں پنچائت ہو گئی مولوی صاحب کو بلا لیا گیا اور ان سے اس پہ وضاحت طلب کی گئی۔ مولوی صاحب نے ایک بھرپور نظر اس بھری پری محفل پہ ڈالی اور بڑے اطمینان سے کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد کیا اور کہنے لگے کہ آپ سب معزز لوگ یہاں موجود ہیں اور مجھے طلب کیا گیا ہے کہ میں اس بات پہ وضاحت دوں کہ یہ طلاق کیوں نہیں ہوئی اور یہ کہہ کر کچھ دیر کے لئے خاموش ہو گئے۔۔۔! لوگ بے چین اور بڑی بیتاب نظروں سے مولوی صاحب کی طرف دیکھنے لگے کہ دیکھو مولوی صاحب اب کیا بہانہ کرتے ہیں۔ مگر اس مرد اور عورت کا بیٹا بڑا پُرامید تھا کہ مولوی صاحب ضرور معاملہ سنبھال لیں گے۔ اسی دوران مولوی صاحب گلا کھنگارتے ہوئے گویا ہوئے اور کہنے لگے کہ میں اپنی اس بات پہ اب بھی قائم ہوں کہ یہ طلاق نہیں ہوئی۔ اور میں ابھی اور اسی وقت یہ ثابت بھی کر دیتا ہوں لیکن اس سے پہلے میرا اس بھری پنچائت کے ہر فرد سے ایک سوال ہے کیا کوئی بتا سکتا ہے کہ ان دونوں مرد عورت کا نکاح کب ہوا تھا...؟ کیا یہاں کوئی ان کے نکاح کا گواہ موجود ہے...؟ سب لوگ خاموش ہو چکے تھے اور ہر بندہ سوچ میں ڈوبتا چلا گیا... اتنے میں ایک شخص بولا کہ مولوی صاحب میں ساری بات سمجھ گیا ہوں میں بتاتا ہوں اصل معاملہ کیا ہے اصل معاملہ یہ ہے کہ یہ شخص اس عورت کو بھگا کے لایا تھا اور یہ دونوں بغیر نکاح کے ہی رہ رہے ہیں۔ تبھی مولوی صاحب کی جلال بھری آواز گونجی... وہ کہنے لگے کہ جب یہ دونوں بغیر نکاح کے ساتھ رہ رہے تھے تو میں تم میں سے ایک ایک کے پاس گیا تھا کہ خدارا کم ازکم ان کا نکاح ہی کرا دو تاکہ یہ حرام سے بچے رہیں لیکن تم میں سے کسی نے بھی میری بات پہ دھیان نہیں دیا ہر کسی نے یہی کہا کہ یہ ان کا ذاتی معاملہ ہے اور یہ اسی طرح بغیر نکاح ساتھ رہتے رہے حتیٰ کہ ان کا یہ بیٹا بھی بغیر نکاح کے ہی پیدا ہوا ہے اب تم ہی بتاؤ کہ جب ان کا نکاح ہی نہیں تھا تو طلاق کیسے ہو گئی...؟ سبھی لوگ بات کو سمجھ چکے تھے انہیں ساری بات یاد آ گئی تھی اور اب وہ باری باری شرمندہ سے ہو کر وہاں سے کھسکنے لگے۔ تھوڑی ہی دیر میں پنچائت خالی ہو چکی تھی اور اس مرد عورت کا وہی ہونہار بیٹا اب اکیلا ہی کھڑا رہ گیا تھا۔ اور اب وہ کہہ رہا تھا کہ گاؤں کے امن کے لئے سب سے بڑا خطرہ تو یہی فتویٰ باز مولوی ہے۔

## اچھی بات

افلاطون اپنے اُستاد سقراط کے پاس آیا اور کہنے لگا آپ کا نوکر بازار میں کھڑے ہو کر آپ کے بارے میں غلط بیانی کر رہا تھا سقراط نے مسکرا کر پوچھا

۔وہ کیا کہہ رہا تھا...؟ افلاطون نے جذباتی لہجے میں جواب دیا۔آپ کے بارے میں کہہ رہا تھا...! اُس کے کچھ بولنے سے پہلے ہی سقراط نے ہاتھ کے اشارے سے اسے خاموش کروایا اور کہا تم یہ بات سنانے سے پہلے اِسے تین کی کسوٹی پر رکھو، اس کا تجزیہ کرو، اور اس کے بعد فیصلہ کرو کیا تمہیں یہ بات مجھے بتانی چاہیے، یا نہیں افلاطون نے عرض کیا یا استاد! تین کی کسوٹی کیا ہے؟ سقراط بولا کیا تمہیں یقین ہے تم مجھے جو یہ بات بتانے لگے ہو یہ بات سو فیصد سچ ہے...؟ افلاطون نے فوراً انکار میں سر ہلا دیا۔سقراط نے ہنس کر کہا پھر یہ بات بتانے کا تمہیں اور مجھے کیا فائدہ ہوگا؟ افلاطون خاموشی سے سقراط کے چہرے کی طرف دیکھنے لگا، سقراط نے کہا یہ پہلی کسوٹی تھی۔اب دوسری کسوٹی کی طرف آتے ہیں۔ مجھے تم جو یہ بات بتانے لگے ہو کیا یہ اچھی بات ہے...؟ افلاطون نے انکار میں سر ہلا کر جواب دیا۔جی! نہیں یہ بُری بات ہے...! سقراط نے مسکرا کر کہا کیا تم یہ سمجھتے ہو تمہیں اپنے اُستاد کو بُری بات بتانی چاہیے۔؟ افلاطون نے پھر انکار میں سر ہلا دیا۔سقراط بولا گویا یہ بات دوسری کسوٹی پر بھی پورا نہیں اترتی۔افلاطون خاموش رہا۔۔! سقراط نے ذرا سا رُک کر کہا اور آخری کسوٹی، یہ بتاؤ یہ جو بات تم مجھے بتانے لگے ہو کیا یہ میرے لیے فائدہ مند ہے۔؟ افلاطون نے انکار میں سر ہلایا اور عرض کیا یا اُستاد! یہ بات ہرگز ہرگز آپ کے لیے فائدہ مند نہیں ہے۔۔! سقراط نے ہنس کر کہا اگر یہ بات میرے لیے فائدہ مند نہیں، تو پھر اس کے بتانے کی کیا ضرورت ہے۔؟ افلاطون پریشان ہو کر دائیں بائیں دیکھنے لگا۔سقراط نے گفتگو کے یہ تین اصول آج سے ہزاروں سال قبل وضع کر دیئے تھے، اُس کے تمام شاگرد اس پر عمل کرتے تھے۔وہ گفتگو سے قبل ہر بات کو تین کی کسوٹی پر پرکھتے تھے...! 1۔کیا یہ بات سو فیصد درست ہے؟ 2۔کیا یہ بات اچھی ہے؟ اور 3۔کیا یہ بات سننے والے کے لیے مفید ہے؟ اگر وہ بات تین کی کسوٹی پر پوری اُترتی تھی، تو وہ بے دھڑک بول دیتے تھے اور اگر وہ کسی کسوٹی پر پوری نہ اترتی یا پھر اس میں کوئی ایک عنصر کم ہوتا، تو وہ خاموش ہو جاتے تھے۔آج ہمارے معاشرے کو بھی اِس تین کی کسوٹی کی بہت ضرورت ہے۔ جہاں نقطہ چینی، چغل خوری، تہمت بیانی اور گمراہ کن باتوں کا دور دورہ ہے اور ہر فرد دوسرے کے لیے زبان کے تیر چلانے کی تاک میں بیٹھا ہوا ہے۔اور جس کی وجہ سے بہت سے افسوسناک واقعات جنم لے رہے ہیں۔

## ہماری بیماریوں کی وجہ

انسانی جسم کی تقریباً ہر بیماری تکلیف پریشانی قدرت کے بنائے ہوئے نظام کو چھیڑ چھاڑ کرنے اور اس قدرتی نظام پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے شروع ہوتی ہے اور اگر انسان اس عظیم الشان قدرتی نظام پر واپس آجائے تو بیماری بھی رخصت ہو جاتی ہے اس سسٹم کا ایک مکمل ضابطہ ہے جس میں سب سے پہلے نمبر ایک پر سانس۔2 پانی۔۳۔درست غذا۔۴۔دھوپ۔۵۔سونے جاگنے کے اوقات۔۶۔ذہنی فکرات کو ڈلیلٹ کرنا۔۷۔خونی رشتوں کو جوڑنا۔۸۔تلاوت قرآن کا سننا ۹۔انسانوں کا شکریہ ۱۰۔رب کی نعمتوں پر شکر شامل ہیں۔جیسے ہی ہم اس پورے سسٹم کو اپناتے ہیں بیماریاں بھاگ جاتی ہیں اور صحت بھاگم بھاگ آجاتی ہے۔ہمارے جسم کو ایک منٹ میں بارہ لیٹر آکسیجن کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہم عام طور پر ایوریج 8 لیٹر لیتے ہیں 4 لیٹر کا قرض ہر منٹ پر بڑھ رہا ہے اسے ادا کرنے کے لیے ہر گھنٹے بعد پانچ منٹ گہرے سانس لینا ضروری ہے۔پانی زیادہ پینا ہے اور نیم گرم پینا ہے ٹھنڈا پانی چھوڑنا ہوگا بہتر ہے کہ دن بھر میں دو اڑھائی لیٹر ادرک کا قہوہ یا جَو کا پانی پلایا جائے غذ۔کچھ کھانے بند کرنے ہیں مثلاً سفید مرغی، سفید آٹا، چاول سفید چینی آلو، بیف، دودھ اور اس سے بنی ہر چیز اور بیکری کی تمام اشیاء سفید چینی، ریفائنڈ نمک، اور تمام پروسس فوڈ۔جو کسی فیکٹری سے ہو کر آئے نہیں کھانا چاہیں۔بہتر ہے کچھ عرصہ صرف اور صرف پھل، سلاد، جَو کا دلیہ، جَو کی روٹی اور لوکی ٹینڈے ترئی کدو پر گزارہ کیا جائے بادام کا دودھ مفیدہ سبز چائے مفید ہے ہر قسم کے تازہ پھل اور ڈرائی فروٹ مفید ہیں، دن میں دو بار تیس منٹ دھوپ میں بیٹھیں فجر کے بعد آدھا گھنٹہ، عصر کے بعد آدھا گھنٹہ، دن میں ایک بار پورے بدن کی مالش پھر دو گھنٹے ہوا سے بچیں، صبح کا ناشتہ فجر کے بعد وپہر کا کھانا ظہر سے پہلے پھر 30 منٹ تک آرام یعنی قیلولہ کیجئے۔رات کا کھانا مغرب کے فوراً بعد اور ہر کھانے سے پندرہ منٹ پہلے کوئی بھی پھل یا سلاد کھانا انتہائی مفید بلکہ مکمل صحت یابی کے لئے ضروری ہے۔ذہنی فکرات کو ڈیلیٹ کرنے کے دو طریقے ہیں دوست احباب رشتہ دار پڑوسی، دنیا کے ہر انسان کو معاف کر دیں اور ایسا دن میں بار بار کریں یعنی پوری زندگی میں کسی سے کوئی دکھ تکلیف صدمہ رنج پہنچا سے یاد کر کر کے معاف کر دیں یاد رکھئے یہ علاج کا اہم ترین حصہ ہے اور اسی طرح خود کو بھی معاف کرالیں، فون کر کے ایس ایم ایس کر کے بچوں سے کہلوا کر دوستوں سے درخواست کر کے خود کو معاف کرالیں یقین جانیں یہ زہریلے کانٹے ہی جسم اور رُوح کو بیمار کرتے ہیں *خون کے رشتوں کو جوڑنا شروع کیجیئے، ہر روز نا سہی ہر ہفتے کسی کو گھر بلایئے یا کسی کے گھر چلے جائیں ماں باپ، اساتذہ بیوی بچوں دوست احباب جس جس نے زندگی میں آپ کے ساتھ کوئی بھلائی کی انہیں یاد کر کے ان کا شکریہ ادا کریں۔جو جا چکے ہوں ان کے بچوں کو بتائیں کے آپ کے والدین نے ہمارے ساتھ یہ نیکی کی تھی اور ان کی مغفرت کی دعا کریں اور سب سے بڑھ کر اپنے رب کا شکر ادا کیجئے۔ہر نماز کے بعد دنیا کی ہر اس نعمت کا نام لے کر جو ربّ العالمین نے آپ کے پہلے دن سے آج دن تک عطا فرمائی ایک ایک

نعمت کا شکر ادا کریں۔ایک ایک سانس کا ہر ایک گھونٹ پانی کا ہر لقمہ خوراک مزیدار ذائقے کا لباس کا گھر اور سواری کا ہر ایک خوشگوار لمحے کا راحت اور آرام سے گزارے ہر پل کا شکر یہ ادا کر دیں شکر کو اپنی زندگی میں اتنا شامل کر لیجیے گا.... کہ شکوے نکل جائیں۔ یہ شکر ہی وہ سیکرٹ ہے راز ہے جس سے دنیا بھر کی ہر نعمت حاصل ہوتی ہے اور موجود نعمت میں اضافہ ہوتا ہے آخر میں دن میں کئی بار ہر نماز کے بعد تلاوت ضرور سننا ہے یہ جسم کے پیچیدہ سے پیچیدہ جان لیوا بیماریوں کا کافی وشافی علاج ہے۔خود کو positive رکھنے کے لیے...اچھی باتیں سنیے اور پڑھیے اسکے علاوہ ایسی کمپنی کے ضرور اختیار کریں جو آپکو اللہ سے جوڑے رکھے۔اللہ کریم آپ کو صحت کی عظیم ترین نعمت کے ساتھ ساتھ دنیا اور آخرت کی ہر نعمت عطا فرمائے آمین۔آپ کی ہر دعا قبول فرمائے اور اپنی ہر دعا میں مجھے بھی یاد رکھئے گا جزاکم اللہ خیرا...

## محبت اور احترام

بچپن میں ہمارے محلے میں ایک صاحب رہا کرتے تھے جن کا کسی صدمہ یا بیماری کی وجہ سے دماغی توازن بگڑ گیا تھا۔جب وہ ٹھیک ہوا کرتے تھے،اس وقت بھی انہیں جانتا تھا۔صاف رنگت،مضبوط شخصیت اور مہذب لہجہ یہ تینوں اوصاف ان میں موجود تھے۔لیکن اس دماغی بیماری کی وجہ سے ان پر اکثر ایسی حالت طاری ہوجاتی کہ وہ گندی گالیاں دینے لگتے۔ظاہر ہے کہ اس وجہ سے سب ان سے خوفزدہ رہنے لگے۔ بچے ڈرتے بھی تھے اور موقع ملتے ہی انہیں چھیڑ کر مزہ بھی لیتے تھے۔میں بھی ان سے گھبراتا تھا اور انہیں دیکھتے ہی اپنا رستہ بدل لیا کرتا تھا۔ وقت گزرتا گیا،میں انگلینڈ آ گیا اور یہیں زندگی گزرنے لگی۔کچھ سالوں پہلے جب میں ہندوستان گیا تو وہ نظر آئے۔اس وقت بھی ان پر اسی دماغی بیماری کا غلبہ تھا، ان کی آنکھیں غصہ سے سرخ اور زبان پر گالیاں تھیں۔لیکن اس بار مجھے نہ معلوم کیا ہوا کہ میں ہمت کر کے ان کے پاس چلا گیا اور گرم جوشی سے انہیں سلام کیا۔وہ اس شدید غضب کی کیفیت میں بھی چونک گئے اور غیر یقینی آنکھوں سے مجھے دیکھنے لگے۔پھر گڑبڑا کر دھیمے لہجہ میں وعلیکم السلام کہا۔مجھ سے ہاتھ ملایا اور خاموشی سے گھر کے اندر چلے گئے۔اس کے بعد میرا معمول ہوگیا،ہر روز جب انہیں دیکھتا تو جا کر ملتا اور سلام کرتا۔اس کے بعد جب بھی وہ اس غصہ کی کیفیت میں ہوتے اور مجھے دیکھتے تو خاموش ہوجاتے۔کچھ مہینوں پہلے جب دوبارہ پٹنہ گیا تو وہ مجھے دیکھ کر خود پاس آئے،سلام دعا کی،مزید پوچھا کب آئے؟ کیسے ہو؟ وغیرہ..ان کے جانے کے بعد میں خوشی اور حیرت دونوں میں مبتلا یہ سوچتا رہا کہ کیسے ہمارا ایک بظاہر معمولی عمل لوگوں کی زندگی کو بہتر کرسکتا ہے؟

## پیار کا مرہم

انگلینڈ میں کچھ سالوں پہلے میں ایک ریٹیل اسٹور میں منیجر ہوا کرتا تھا۔ وہاں ایک انگریز لڑکی سے تمام منیجرز بہت تنگ تھے۔یہ لڑکی چھوٹی چھوٹی باتوں پر آنسو بہاتی رہتی اور ہر دوسرے روز بیہوش ہوجاتی۔شکل نقاہت کی وجہ سے اس قدر سفید تھی کہ مانو خون ہی نہ ہو۔قانونی پیچیدگی کی وجہ سے اسے نکالنا بھی ہائر منیجمنٹ کے ہاتھ میں نہ تھا۔لہٰذا اسے ایک کے بعد دوسرے ڈیپارٹمنٹ میں ٹرانسفر کیا جاتا رہا مگر ہر ڈیپارٹمنٹ منیجر نے کان پکڑ لئے۔روز منیجر اس لڑکی پر چیختے چلاتے مگر بجائے اس کے کہ لڑکی کا کام بہتر ہوتا،وہ اور مزید ڈپریسڈ ہوتی چلی جاتی۔مجھے اس زمانہ میں کیش کاونٹرز کا انچارج بنایا ہوا تھا۔منیجرز کی میٹنگ میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ اسے کیش کاونٹرز میں رکھا جائے اور ایک مہینہ بعد اسپیڈ پرفارمنس کی بنیاد پر رپورٹ بنائی جائے جس کے بعد اس لڑکی کو جاب سے نکالا جاسکے۔یہ میرے لئے ایک اذیت کا سبب تھا،میری دل سے خواہش تھی کہ اس لڑکی سمیت کسی کی بھی جاب میری وجہ سے نہ جائے۔ پہلے ہی روز وہ بیہوش ہوگئی۔اسے ہوش میں لایا گیا اور کونسلنگ کیلئے پہلی بار مجھے مقرر کیا گیا۔گفتگو سے مجھے اندازہ ہوا کہ اس کے پارٹنر نے اسے نہ صرف چھوڑ دیا ہے(بریک اپ) بلکہ اس کو یہ یقین بھی دلا دیا ہے کہ وہ نہایت ناکارہ انسان ہے۔میں اس دن اسکی ذہنی حالت کو سوچتا رہا۔اگلے روز میں نے اسے ایک آسان سا کام دیا جو اس نے کچھ دیر میں مکمل کرلیا اور مجھے ڈرتے ڈرتے چیک کرنے کیلئے بلایا۔کام میں ابھی بھی کچھ نقص باقی تھے مگر میں نے تنقید کی بجائے اسکی خوب تعریف کی۔اپنی تعریف سن کر اس کی آنکھوں میں غیر یقینی کا طوفان اُمڈ آیا جیسے یہ کوئی ناممکن بات تھی جو میں کہہ گیا۔میں نے کچھ اور اسٹاف ممبرز کو بلایا اور اس کا کام دکھا کر کہا کہ دیکھو کم وقت میں کام اس طرح سے کیا جاتا ہے۔اس معمولی واقعہ کے بعد جیسے اس لڑکی کو نیند سے جگا دیا۔وہ ہر کام دلجمعی اور پھرتی سے کرنے لگی۔میں بھی اس کے کام کی بالضرور تعریف کرتا۔مہینہ بعد مجھے منیجرز میٹنگ میں پھر بلایا گیا۔ہیڈ منیجر نے کہا، عظیم ہم تو اس لڑکی کو نکالنا چاہتے تھے مگر اس نے تو کمال کردیا۔میں نے پوچھا کہ ایسا کیا ہوا؟ تو میرے سامنے وہ رپورٹ رکھ دی گئی جس میں پچاس اسٹاف ممبرز کی پرفارمنس کا کوالٹی اور تیزی کے تناسب سے جائزہ لیا گیا تھا۔اس لڑکی کا نام پہلے نمبر پر تھا۔میں حیرت اور خوشی سے اس رپورٹ کو دیکھے جاتا تھا اور سوچ رہا تھا کہ کیسے بعض اوقات ہماری معمولی سی حوصلہ افزائی ایک تھکے ہوئے انسان کو دوبارہ کھڑے ہونے کی طاقت عطا کردیتی ہے؟

## وقت بدلتا رہتا ہے

اسی طرح ایک کمپنی میں کام کرتے ہوئے مجھے دیگر مسلم کام کرنے والے

دوستوں نے ایک لڑکی کے بارے میں غصہ وحقارت سے بتایا کہ اس لڑکی نے کچھ سال پہلے اسلام چھوڑ کر اور اپنے گھر والوں سے بھاگ کر ایک سکھ لڑکے کے ساتھ رہائش کر لی ہے۔ یہی وجہ تھی جسے بنیاد بنا کر کوئی بھی مسلم نہ اس سے قریبی دوستی رکھتا اور نہ ہی اسے مسلمان سمجھتا۔ اگلی بار جب میرا اس سے سامنا ہوا تو میں نے اس گڈ مارننگ کہنے کی بجائے السلام وعلیکم کہا۔ اسے سن کر وہ جھینپ کر آگے بڑھ گئی۔ اگلے روز پھر میں نے سلام کیا تو اس نے فوری وعلیکم السلام کہا جیسے انتظار میں ہو۔ پھر وہ خود سلام میں پہل کرنے لگی، میں نے اس کے ماضی یا حال کے بارے میں کبھی گفتگو نہ کی بلکہ انجان بنا رہا۔ اس کے برعکس جب ٹھیک موقع ہوتا تو اس سے دیگر اسلامی موضوعات پر بات کہہ دیتا۔ کچھ دنوں میں رمضان کا مہینہ آ گیا۔ پہلے ہی روز وہ تیزی سے آئی اور پوچھا کہ عظیم بھائی آپ نے روزہ رکھا ہے؟ میں نے اثبات میں جواب دے کر جوابی پوچھا کہ بہن آپ نے رکھا ہے روزہ؟ زور سے گردن ہلا کر بولی کہ جی اور باقی بھی رکھوں گی۔ چند مہینوں بعد معلوم نہیں کس وجہ سے اس نے اس سکھ دوست سے علحدگی اختیار کر لی اور واپس اپنے گھر والوں کے ساتھ ملنے جلنے لگی۔ عبادات اور رب سے تعلق دوبارہ استوار ہوتا نظر آنے لگا۔ مجھے خوشی تھی کہ شائد کسی کمتر درجہ میں اس کے اس بدلاؤ میں مجھے بھی حصہ بننے کا موقع ملا۔ سوچتا ہوں کہ کیسے معمولی باتیں انسان کی سوچ کا زاویہ بدل دیا کرتی ہیں؟ مجھے آج یہ حقیقت سمجھ آ گئی ہے کہ انسان میں بڑی بڑی تبدیلیاں اکثر چھوٹی چھوٹی باتوں سے آیا کرتی ہیں۔ زخم صرف جسمانی نہیں نفسیاتی بھی ہوتے ہیں اور اگر مرہم رکھا جائے تو یہ روح کے زخم بھر بھی سکتے ہیں، یہ گھاؤ ٹھیک بھی ہو سکتے ہیں۔

## چاروں انڈے ذائقے میں ایک جیسے لیکن

کہتے ہیں ایک شخص کی بیوی کو علم ہوا کہ اس کا شوہر دوسری شادی کا اردہ رکھتا ہے، چنانچہ اس نے ایک دن بڑے اہتمام سے عشائیہ تیار کیا اور چار انڈے ابال کر ہر ایک کو الگ الگ رنگ سے رنگا اور شوہر کو پیش کر دیا... شوہر نے پہلے حیرانی سے رنگ برنگے انڈوں کو اور پھر استفہامیہ نظروں سے بیوی کی جانب دیکھا.. بیوی نے کہا آپ کھائیں اور پھر بتائیں کہ آپ کو یہ رنگ برنگے انڈے کیسے لگے... شوہر نے تین انڈے کھائے اور تعجب سے بولا کہ ان میں تو کوئی فرق نہیں، سب کا یکساں ذائقہ ہے...رنگوں کا کیا فائدہ؟؟؟ بیوی چالاک لومڑی کی مانند مسکرائی اور گویا ہوئی سرتاج! عورتیں بھی سب ایک جیسی ہی ہوتی ہیں بس رنگوں کا فرق ہوتا ہے۔ شوہر بیچارہ ہماری طرح معصوم تھا، اس نے چوتھا انڈہ منہ میں ٹھونسا، اطمینان سے نگل کر ڈکار لی اور بولا: ہاں سچ کہتی ہو رنگوں کا ہی فرق ہوتا ہے لیکن کیا کریں کمبخت جب تک چاروں انڈے کھا نہ لیے جائیں پیٹ نہیں بھرتا...

## چیلنج

صرف اور صرف مسلم ٹی وی احمدیہ انٹرنیشنل پر پابندی جو لگوا رکھی ہے اسے ختم کروا دو اور ہماری جماعت کے علماء کو بھی اپنا موقف قوم تک پہنچانے دو۔ اگر تم مسلم ٹی وی احمدیہ انٹرنیشنل سے خوف کھاتے ہو تو 1974 کی اسمبلی میں امام جماعت احمدیہ نے جو موقف پیش فرمایا تھا جو ایک کتاب تھی۔ اسمبلی میں پڑھ کر سنائی گئی۔ اس کا نام محضر نامہ ہے۔ اس پر سے پابندی اُٹھانے دو حکومت کو، اور ہمارا موقف قوم تک پہنچنے دو۔ اگر تم اس محضر نامہ سے بھی خوف کھا جاتے ہو تو 1953 کے فسادات کی مکمل تحقیقات پر مبنی کتاب منیر انکوائری رپورٹ کو قوم تک پہنچنے دو۔ یہ کتاب لکھنے والے دونوں ججز جسٹس منیر اور جسٹس کیانی احمدی مسلمان نہیں تھے۔ آپ کے ہم عقیدہ تھے۔ پھر بھی اس کتاب پر پابندی؟ خوف کس بات کا ہے بھائی؟ مسلم ٹی وی احمدیہ انٹرنیشنل سے خوف۔ منیر انکوائری رپورٹ سے خوف۔ محضر نامہ سے خوف۔ آپ لوگوں کا کیا بنے گا؟ لیکن یہ بھی یاد رکھو کہ اللہ تعالی نے چاہا تو ضرور مسلم ٹی وی احمدیہ انٹرنیشنل پر پابندی سے پابندی ختم ہو گی۔ ہماری آواز۔ ہمارا موقف قوم تک ضرور پہنچے گا۔ محضر نامہ۔ منیر انکوائری رپورٹ۔ اسلامی اصول کی فلاسفی۔ مسیح ہندوستان میں۔ ضرورت الامام۔ کشتء نوح۔ لیکچر لدھیانہ۔ فتح اسلام۔ سیرت خاتم النبیین۔ درثمین۔ آسمانی فیصلہ اور دیگر بیشمار کتب پر سے بھی پابندی ختم ہو گی ضرور انشاء اللہ تعالی۔ قوم تک ہماری تبلیغ بھی ضرور پہنچے گی۔ وہ وقت دور نہیں۔ پھر مولویوں کا کیا بنے گا۔؟

## سوچ کا زاویہ

ایک بادشاہ کے سامنے چار آدمی بیٹھے تھے۔ ا۔: اندھا۔ ۲۔: فقیر ۳۔: عاشق ۴۔: عالم بادشاہ نے ایک مصرعہ کہہ دیا: اس لیے تصویر جاناں ہم نے بنوائی نہیں اور سب کو حکم دیا کہ اس سے پہلے مصرعہ لگا کر شعر پورا کرو۔

ا: اندھے نے کہا: اس میں گویائی نہیں اور مجھ میں بینائی نہیں، اس لیے تصویر جاناں ہم نے بنوائی نہیں ۲۔: فقیر نے کہا مانگتے تھے زر مصور جیب میں پائی نہیں، ۲۔ اس لیے تصویر جاناں ہم نے بنوائی نہیں ۳: عاشق نے تو چھوٹتے ہی کہا: ایک سے جب دو ہوئے پھر لطف یکتائی نہیں، اس لیے تصویر جاناں ہم نے بنوائی نہیں ۴: عالم دین نے تو کمال ہی کر دیا: بت پرستی دین احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کبھی آئی نہیں، اس لیے تصویر جاناں ہم نے بنوائی نہیں سوچ کا زاویہ ہر ایک کا جدا ہوتا ہے، ہر کسی کا فکری انداز اسکے مطالعے، مجالس اور تربیت کی مناسبت سے ہوتا ہے. غالباً یہی جداگانہ انداز فکر قدرت کی نعمت ہے۔

## رہے نام ہمیشہ اللہ کا

ڈاکٹر جی...کوئی ایسی دوا دیں کہ اس مرتبہ بیٹا ہی ہو، دو بیٹیاں پہلے ہیں، اب تو بیٹا ہی ہونا چاہیئے۔ڈاکٹر: میڈیکل سائنس میں ایسی کوئی دوائی نہیں ہے۔ساس: پھر کسی اور ڈاکٹر کا بتا دیں؟ ڈاکٹر: آپ نے شاید بات غور سے نہیں سنی، میں نے یہ نہیں کہا کہ مجھے دوائی کا نام نہیں آتا۔ میں نے یہ کہا کہ میڈیکل سائنس میں ایسی کوئی دوائی نہیں ہے۔سسر: وہ فلاں لیڈی ڈاکٹر تو...ڈاکٹر: وہ جعلی ڈاکٹر ہوگا، اس طرح کے دعوے جعلی پیر، فقیر، حکیم، وغیرہ کرتے ہیں، سب فراڈ ہے یہ۔۔شوہر: مطلب ہماری نسل پھر نہیں چلے گی؟ ڈاکٹر: یہ نسل چلنا کیا ہوتا ہے؟ آپ کے جینز کا اگلی نسل میں ٹرانسفر ہونا ہی نسل چلنا ہے نا؟ تو یہ کام تو آپ کی بیٹیاں بھی کر دیں گی، بیٹا کیوں ضروری ہے؟ ویسے آپ بھی عام انسان ہیں۔آپ کی نسل میں ایسی کیا بات ہے جو بیٹے کے ذریعے ہی لازمی چلنی چاہیئے؟ سسر: میں سمجھا نہیں؟ ڈاکٹر: ساھیوال کی گائیوں کی ایک مخصوص نسل ہے جو دودھ زیادہ دیتی ہے۔ بالفرض اس نسل کی ایک گائے بچ جاتی ہے تو worried ہونا چاہیئے کہ اس سے آگے نسل نہ چلی، تو زیادہ دودھ دینے والی گائیوں کا خاتمہ ہوجائے گا۔طوطوں کی ایک مخصوص قسم باتیں کرتی ہے۔ بالفرض اس نسل کی ایک طوطی بچ جاتی ہے تو فکر ہونی چاہیئے کہ اگر یہ بھی مرگئی تو اس نسل کا خاتمہ ہوجائے گا۔آپ لوگ عام انسان ہیں باقی چھ سات ارب کی طرح آخر آپ لوگوں میں ایسی کونسی خاص بات ہے؟ سسر: ڈاکٹر صاحب کوئی نام لینے والا بھی تو ہونا چاہیئے۔ڈاکٹر: آپ کے پر دادے کا کیا نام ہے؟ سسر: وہ، میں، ہم، ہوں وہ...ڈاکٹر: مجھے پتہ ہے آپ کو نام نہیں آتا، آپ کے پردادا کو بھی یہ ٹینشن ہوگی کہ میرا نام کون لے گا؟ اور آج اُس کی اولاد کو اُس کا نام بھی پتہ نہیں۔ ویسے آپ کے مرنے کے بعد آپ کا نام کوئی لے یا نہ لے۔آپ کو کیا فرق پڑے گا؟ آپ کا نام لینے سے قبر میں پڑی آپ کی ھڈیوں کو کونسا سرور آئے گا؟ حضرت قائداعظم محمد علی جناح اور حضرت علامہ محمد اقبال کو گزرے کافی عرصہ ہوگیا، آج بھی نصاب میں انکا ذکر پڑھایا جاتا ہے۔گنگا رام کو مرے ہوئے کافی سال ہوگئے لیکن لوگ آج بھی گنگا رام ہسپتال کی وجہ سے سر گنگا رام کو نہیں بھولے۔ایدھی صاحب مر گئے، لیکن نام ابھی بھی زندہ ہے اور رہے گا۔ ایسی بیشمار مثالیں ہیں جو اللہ تعالی کی مخلوق کے لیئے کچھ کرتے ہیں اللہ تعالی ان کا نام سر بلند کرتا ہے! آپ بھی کچھ ایسا کر جاؤ کہ لوگ تمہارا نام لیں بلاشبہ تمہاری نسلیں تمہیں بھول جائیں گی لیکن اللہ تعالی کی مخلوق کے لیئے کچھ کر و تو نسلوں تک دلوں میں رہو گے۔غور وفکر کیجیے کائنات کی سب سے محبوب ترین ہستی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ طیبہ پر اور اُن کی آلِ مبارک پر جن کو اللہ تبارک وتعالی نے بیٹے عطا فرما کر واپس لے لئے اور ایک بیٹی سے رہتی دنیا تک رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسل کو پوری دنیا میں پھیلا دیا۔

## خطرہ کس کو ہے۔؟

امریکہ اور ایران کے درمیان دن بہ دن بڑھتی ہوئی کشیدگی اور بھارتی بحریہ کی خلیج فارس میں نقل وحمل کے باعث پاک فضائیہ متحرک ہوچکی ہے سمندری حدود بالخصوص گوادر کی کڑی فضائی نگرانی کی جارہی ہے۔ یاد رہے کہ امریکی بحری بیڑہ گوادر سے محض 175 کلومیٹر دور لنگر انداز ہے۔آج برطانیہ نے بھی اپنی سپیشل فورس امریکہ کی مدد کے لئے روانہ کردی ہے۔ پاک فضائیہ نے جے ایف 17 طیاروں کو ایچ-4 میزائل سے لیس کر دیا ہے اس میزائل کی رینج 120 کلومیٹر ہے جبکہ یہ ایٹمی وار ہیڈ لے جانے کی صلاحیت بھی رکھتا ہے ساتھ ہی جی ایف 17 طیاروں کو C-802 اینٹی شپ میزائیل سے بھی لیس کر دیا گیا ہے۔ پاک فضائیہ کے اس اقدام کے بعد بھارتی میڈیا ایک بار پھر سے دیوانہ وار منفی پروپیگنڈہ میں مصروف ہے۔جبکہ دوسری جانب ایران نے بھی اپنی فضائی حدود مکمل طور پر بند کر دی جس کا منفی اثر بھارت پر بھی خوب پڑے گا۔ یہ بات سبھی جانتے ہیں کہ ایران تو محض ایک بہانہ ہے افغانستان کی طرح یہود وہنود کا پاکستان نشانہ ہیَ۔

## علاج ایک بیوی کا

پولیس چوکی پر ایک شخص کی تلاشی کے دوران جیب سے کالے رنگ کی ایک ڈبیا نکلی۔ پولیس والے نے وہ ڈبیا طلب کی تو بندے نے وہ ڈبیا دینے سے انکار کر دیا پولیس والے نے ڈبیا چھیننا چاہی تو بندے نے وہ ڈبیا مٹھی میں بھینچ لی اور ڈبیا دینے سے صاف انکار کر دیا۔ پولیس والے کا شک اب یقین میں بدل چکا تھا کہ ڈبیا میں کوئی نشہ آور دوا پاوڈر، چرس یا حشیش ہے۔ پولیس انسپکٹر کو بلایا گیا اور اس شخص کو تھانے لے جایا گیا اس کے باوجود یہ شخص ڈبیا پولیس کے حوالے کرنے پر کسی طور راضی نہیں تھا۔ پولیس انسپکٹر نے پستول کنپٹی پر رکھا اور اس بندے سے وہ ڈبیا طلب کی لیکن سارا اسٹاف یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ بندے نے اب بھی ڈبیا دینے سے انکار کر دیا۔ اب یہ چھوٹی سی ڈبیا ایک راز بن چکی تھی پولیس کی ساتویں حس پھڑک اُٹھی تھی اب وہ سوچ رہے تھے شاید ڈبیا میں کوئی قیمتی ہیرا ہوگا بندے کے ہاتھ پاؤں باندھ کر اس سے وہ ڈبیا چھین لی گئی اب مسافر دھاڑیں مار مار کر رونے لگا۔ پولیس والے بندے کو جیل میں بند کر کے ڈبیا لیکر باہر آئے اور اسے کھولا تو اندر دیکھ کر سب کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ

گئیں ڈبیا کے اندر ایک نحیف سا لال بیگ تھا جو غالباً دم گھٹنے کی وجہ اب مر چکا تھا۔ پولیس انسپکٹر نے سخت لہجے میں پوچھا سچ سچ بتاؤ یہ کیوں رکھا تھا جیب میں؟؟؟ بندہ روتے ہوئے بولا''سر یہ بیوی کو ڈرانے کیلئے''

## رفوگر

کہتے ہیں کہ ایک بادشاہ نے ایک رفوگر رکھا ہوا تھا۔ وہ کپڑا نہیں باتیں رفو کرنے کا ماہر تھا۔ وہ بادشاہ سلامت کی ہر بات کی کچھ ایسی وضاحت کر دیتا کہ سننے والے سر دھننے لگتے کہ واقعی بادشاہ سلامت نے صحیح فرمایا۔ ایک دن بادشاہ سلامت دربار لگا کر اپنی جوانی کے شکار کی کہانیاں سنا کر رعایا کو مرعوب کر رہے تھے۔ جوش میں آ کر کہنے لگے کہ ایک بار تو ایسا ہوا کہ میں نے آدھے کلومیٹر سے نشانہ لگا کر جو ایک ہرن کو تیر مارا تو تیر سنسناتا ہوا گیا اور ہرن کی بائیں آنکھ میں لگ کر دائیں کان سے ہوتا ہوا پچھلی دائیں ٹانگ کے کھر میں جا لگا۔ بادشاہ کو توقع تھی کہ عوام داد دے گی لیکن عوام نے کوئی داد نہیں دی۔ وہ بادشاہ کی بات پر یقین کرنے کو تیار نہیں تھے۔ بادشاہ بھی سمجھ گیا کہ ضرورت سے زیادہ لمبی چھوڑ دی۔ اپنے رفوگر کی طرف دیکھا۔ رفوگر اُٹھا اور کہنے لگا حضرات میں چشم دید گواہ ہوں اس واقعے کا۔ دراصل بادشاہ سلامت ایک پہاڑی کے اوپر کھڑے تھے اور ہرن بہت نیچے تھا۔ ہوا بھی موافق چل رہی تھی ورنہ تیر آدھا کلومیٹر کہاں جاتا ہے۔ جہاں تک تعلق ہے آنکھ کان اور کھر کا تو عرض کر دوں کہ جس وقت تیر لگا ہرن دائیں کھر سے دایاں کان کھجا رہا تھا۔ عوام نے زور زور سے تالیاں بجا کر داد دی۔ اگلے دن رفوگر بوریا بستر اُٹھا کر جانے لگا۔ بادشاہ پریشان ہو گیا۔ پوچھا کہاں چلے۔ رفوگر بولا بادشاہ سلامت میں چھوٹے موٹے تروپے لگا لیتا ہوں شامیانے سلوانے ہوں تو مریم اورنگزیب کو رکھ لو۔

## یہ موبائل یوں ہی ہٹا کٹا نہیں ہے
## اس نے بہت کچھ کھایا پیا ہے

یہ ہاتھوں پر باندھنے والی گھڑیاں کھا گیا۔ یہ چٹھیاں پوسٹ کارڈز اور خط بھی کھا گیا۔ یہ ظالم ریڈیو کھا گیا۔ ٹیلی ویژن کھا گیا۔ وی سی آر کھا گیا۔ کئی فیکس مشینیں کھا گیا، کمپیوٹرز تک نہیں چھوڑے اس نے۔ ٹیپ ریکارڈر کیسٹیں اور مہنگے سے مہنگے کیمرے چبا گیا۔ یہ ٹارچ اور لائٹیں کھا گیا۔ یہ موبائل دنیا کی ساری کتابیں کھا گیا، اخبارات نگل گیا، لائبریریاں ہضم کر لیں، اس نے محفلیں ڈکار لی ہیں، ٹائپ رائٹر کا خون پی گیا اور اب یہ انسانی رشتے کھا رہا ہے... تاہم یہ مُعمہ ابھی تک حل نہیں ہوا کہ اتنا کچھ کھا پی جانے کے بعد بھی یہ سمارٹ فون کہلاتا ہے۔

# چیف آف آرمی سٹاف جنرل قمر جاوید باجوہ کے ساتھ ملاقات کی خصوصی روئیداد!

عارف انیس

لندن کے پوش علاقے ہیمپسٹیڈ میں واقع ہائی کمشنر پاکستان ہز ایکسیلنسی نفیس زکریا کی سرکاری رہائش گاہ پاکستان ہاؤس میں برٹش پاکستانی کمیونٹی کے ستر کے قریب سرکردہ رہنماؤں کے ساتھ ہونے والے ڈنر میں سپہ سالار جنرل قمر جاوید باجوہ کا لہجہ بہت واضح اور کسی قسم کی لگی لپٹی سے پاک تھا. جنرل باجوہ سرکاری دورے پر اپنی ٹیم کے ہمراہ برطانیہ میں تھے. آئی ایس پی آر کے ڈی جی جنرل آصف غفور اور ڈی جی ملٹری آپریشنز بھی ان کے ہمراہ تھے. پاکستان میں سب سے زیادہ بیرون ملک سرمایہ کرنے والے برٹش پاکستانی اور بیسٹ وے گروپ کے چیف ایگزیکٹو ضمیر چوہدری اور مانچسٹر سے پراپرٹی انڈسٹری کے سرمایہ کار انیل مسرت بھی ان کی ٹیبل پر موجود تھے. تقریباً بارہ منٹ جاری رہنے والے غیر رسمی خطاب میں جنرل باجوہ نے الفاظ چبائے بغیر کھلی ڈلی باتیں کیں. جن کا خلاصہ دو حوالوں سے کیا جا سکتا ہے. ایک یہ کہ افواج پاکستان پوری قوت اور اعتماد کے ساتھ حکومت پاکستان کے ساتھ کھڑی ہیں. دوسری یہ کہ مقتدر قوتیں پاکستان میں معیشت کے ساتھ کیے جانے والے کھلواڑ کو اب سیدھا کرنے کو اصولی طور پر طے کر چکی ہیں. فری لنچ مزید نہیں چلے گا اور بزنس سے کروڑوں اور اربوں کمانے والے سرمایہ کاروں کو اپنے حصے کا ٹیکس بھی سرکاری خزانے میں جمع کرانا ہوگا اور اس ضمن میں کسی بھی قسم کی رکاوٹ کو منہدم کرنے کے لیے ریاست کی پوری قوت کو بروئے کار لایا جائے گا. میڈیا پر یقین کر کے اپنے دل کو بوجھل کرنے کی ضرورت نہیں ہے سپہ سالار نے خوش گوار انداز میں اپنی گفتگو کی ابتدا کرتے ہوئے کہا. سوٹ میں ملبوس جنرل باجوہ ہشاش بشاش نظر آ رہے تھے اور وہ تقریب میں موجود تمام افراد سے باری باری ملے. ان سے مصافحہ کرتے ہوئے میں نے انہیں یاد دلایا کہ 2002 میں کشمیر میں ان کے ساتھ ناردرن لائٹ انفنٹری میں

بحیثیت سی جی او ملٹری اسٹیبلشمنٹ کی تھی اور اب تقریباً 17 سال بعد ان سے ملاقات ہو رہی تھی۔ پاکستان میں کوئی آفت نہیں آ رہی 99 فیصد چیزیں ٹھیک ہیں اور معیشت کے ساتھ جو ٹھیک نہیں ہے، وہ کر لیا جائے گا۔ وزیر اعظم پاکستان معیشت کے دیرینہ مسائل کو حل کرنے کی ٹھان چکے ہیں۔ گویا یہ واضح تھا کہ جہاز ٹیک آف کر چکا ہے اور ابتدائی سفر کے جھٹکوں سے گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اپنے خطاب کے اگلے حصے میں جنرل باجوہ نے پاکستانی اکانومی کو مانگے تانگے کی معیشت سے تعبیر کیا اور کہا کہ یہ سیدھا سادھا آمدن اور خرچ کا معاملہ ہے ہم کم کماتے اور زیادہ خرچ کرتے رہے ہیں اور خسارے کو کم کرنے کے لیے قرض لیتے رہے ہیں۔ اس طریقے سے نہ گھر چلائے جا سکتے ہیں نہ ملک خرچ بچانے کے لیے اب ہمیں اپنی بیلٹ ٹائٹ کرنی پڑے گی اور آمدن بڑھانے کے لیے ٹیکس دینا پڑے گا۔ تقریب میں شامل ایک سینئر جنرل کا تبصرہ کچھ یوں تھا کہ جس طرح کہا جاتا ہے کہ جنگ اتنی سنجیدہ چیز ہے کہ اسے صرف جرنیلوں پر نہیں چھوڑا جا سکتا تو اسی طرح معیشت بھی اتنا سنگین معاملہ ہے کہ اسے صرف سیاستدانوں پر نہیں چھوڑا جا سکتا۔ خاص طور پر جب ملک کی دونوں سب سے بڑی سیاسی پارٹیوں کے سربراہان پر اربوں ڈالرز کی منی لانڈرنگ کا الزام لگ چکا ہو اور ملکی قوانین کو موم کی ناک بنا کر اپنی دولت میں ہوش ربا اضافہ کیا جا رہا ہو۔ ملک کی سیاسی مقتدرہ کو سمجھ لینا ہو گا کہ ستر، بہتر سال سے جاری سرکس روکنا ہو گا۔ یہی وجہ ہے کہ نیشنل اکانومی کونسل کی تشکیل کر دی گئی ہے جس میں افواج پاکستان کے سربراہان بھی اراکین کے طور پر شامل ہیں اور یہ ملک میں معیشت کے حوالے سے سب سے بڑے فیصلے کرے گی۔ بھارت اور افغانستان کی سرحد پر اپنے خون سے پہرا دینے والوں اور پاکستان کے قبائلی علاقوں کو دہشت گردوں کے پنجوں سے واگزار کرانے والے سربکف سپاہیوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ ان کے سربراہان ان کی ملکی غیرت کے پشتیبان ہیں اور ہم کشکول پکڑ کر دنیا میں پھرتے ہوئے یہ پیغام نہیں دے سکتے۔ سپہ سالار نے برطانوی پاکستانیوں سے بھی کھل کر پاکستان پر اعتماد کرنے کی اپیل کی میں نے دیکھا ہے کہ میرپور اور ڈھڈیال میں پرشکوہ گھر بنا دیے گئے ہیں جو پورا سال خالی رہتے ہیں۔ گھروں پر پیسے خرچ کرنے کی بجائے آپ لوگ سرمایہ کاروں کے چھوٹے چھوٹے گروپ بنائیں اور پاکستان میں مختلف سیکٹرز میں سرمایہ لگائیں۔ انہوں نے اس ضمن میں بالخصوص آئی ٹی انڈسٹری کا ذکر بھی کیا۔ میں برطانیہ میں موجود تقریباً 15 لاکھ پاکستانیوں پر زور دینا چاہوں گا کہ وہ جب بھی پاکستان پیسے بھجوائیں، بینکنگ چینل کو استعمال کریں اور ہنڈی اور حوالے سے گریز کریں۔ اس سے پہلے وہ خاص طور پر ذکر کر چکے تھے کہ بیرون ملک مقیم پاکستانی زرمبادلہ کے ذخائر کے حوالے سے خاص کردار ادا کر سکتے ہیں۔ جنرل باجوہ کے خطاب کا سب سے غیر معمولی حصہ وہ تھا جب انہوں نے ہندوستان کی مثال دیتے ہوئے پاکستانی سرمایہ کاروں کو ٹیکس دینے پر اُبھارا ہماری آمدن کم اور خرچ زیادہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ پاکستان میں بمشکل ایک فیصد افراد ٹیکس دیتے ہیں، جبکہ انڈیا میں تقریباً 6 فیصد اور برطانیہ میں 35 فیصد سے بھی زیادہ۔ پاکستان کے دو ملین ٹیکس پیئرز میں سے آدھے سے زیادہ سرکاری ملازمین ہیں۔ گویا پیغام واضح تھا کہ دس بیس لاکھ افراد کے سر پر 22 کروڑ افراد کو نہیں پالا جا سکتا۔ پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے سپہ سالار نے کہا میں نے فیڈرل بورڈ آف ریونیو کے چیئرمین شبر زیدی کو واضح الفاظ میں کہا ہے کہ اہل افراد سے ٹیکس لیا جائے اور افواج پاکستان اور اس کے ادارے اس ضمن میں ان کی پشت پر کھڑے ہوں گے راقم الحروف کے خیال میں یہ جملے سب سے زیادہ اہمیت کے حامل ہیں اور اس اعلان سے واضح ہوتا ہے کہ پاکستان میں ٹیکس چوروں کا ہنی مون پیریڈ ختم ہونے کا وقت آ چکا ہے۔ گزشتہ بہتر سال میں پاکستانی معیشت کو لگے روگ کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ زوردار اور زردار اسمبلیوں میں پہنچ گئے اور وہاں قانون سازی کے ذریعے اپنی کالی دولت اور زیر زمین معیشت کو تحفظ فراہم کرتے رہے جبکہ ملک کلائنٹ سٹیٹ بن کر اپنے بجٹ بناتا رہا اور پاکستانی لیڈر ہاتھ میں کشکول پکڑے دنیا میں گشت کرتے رہے۔ اگر آج پاکستانی ہیئت مقتدرہ کو ریاست کی معاشی آزادی کی اہم ذمہ داری سنبھالنی پڑ گئی ہے تو اسے ریاستی مفاد میں خوش آئند قرار دینا چاہیے۔ اُبھرتے ہوئے پاکستان کا میثاق معیشت، جس پر تمام فریقین متفق ہوں، دنیا بھر میں ملک کا کردار متعین کر سکتا ہے۔ آج تک ویسے بھی پولیٹیکل ول نہ ہونے کی وجہ سے ٹیکس چوروں کے پیچ نہیں کسے جا سکے تھے۔ نپولین کے اس قول کی صداقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ فوجیں پیٹ کے بل پر رینگتی ہیں اور معاشی آزادی بھی پہلی دفاعی لائنوں میں سے ایک ہے۔ معاشی طور پر خود کفیل پاکستان ایک ایٹمی طاقت ہونے کے ناطے اقوام عالم میں ایک باوقار مقام حاصل کر سکتا ہے، لیکن اس مقصد کے لیے ہر قابل ٹیکس شخص کو اپنی جیب میں ہاتھ ڈالنا پڑے گا۔

***

# کنیڈا میں یادگار مشاعرے کا انعقاد

## محترم عبدالکریم قدسی اور تسلیم الٰہی زلفی کے ساتھ ایک شام

رپورٹ: عبدالحمید حمیدی

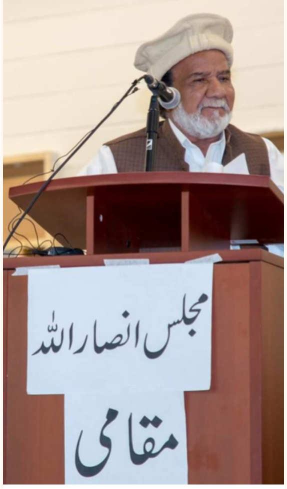

مجلس انصار اللہ پیس ولیج کنیڈامقامی کے زیر انتظام بروز ہفتہ 8جون 2019 دوپہر تین بجے ایک محفل مشاعرہ کا انعقاد ہوٗا۔اس تقریب سعید میں جناب عبدالکریم قدسی نے بطورمہمان خصوصی شرکت فرمائی۔اس پروگرام کے لئے ویلوروِلیج کمیونٹی سینٹر وڈ برج ہال کے سٹیج کونہایت خوبصورتی سے آراستہ کیا گیا تھا۔مشاعرے کی صدارت معروف سکالراورشاعرتسلیم الٰہی زلفی نے کی۔تقریب کو کامیابی سے ہم کنار کرنے میں زعیم انصاراللہ پیس ولیج محمد کلیم صاحب نے خصوصی طور پر معاونت کی اورتعاون کیا۔مشاعرے کی نظامت کے فرائض خاکسار نے ادا کئے۔پروگرام کے آغاز میں خاکسار نے صاحب صدرتسلیم الٰہی زلفی کوسٹیج پر کرسی صدارت پر رونق افروز ہونے کی دعوت دی۔اس کے بعدمہمان خصوصی عبدالکریم قدسی صاحب کوسٹیج پر مدعوکیا گیا۔اس کے بعد انصررضا، صالح اچھا، ڈاکٹرخالد روؤف قریشی، اور جمال انجم کوسٹیج پر بلایا گیا۔پروگرام کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا جوحافظ رعیان چیمہ صاحب نے نہایت خوش الحانی سے کی۔پھرخاکسار نے صاحب صدراورقدسی صاحب کا مختصر تعارف پیش کیا۔زلفی صاحب کا ادبی سفر پچاس سال پر مشتمل ہے۔کراچی یونیورسٹی گریجوٹیس فورم کے ایگزیٹوڈائرکٹر ہیں۔

دنیا کے بے شمار مما لک میں ان کی خدمات کوسراہا گیا ہے۔اوراعزازات سے نوازا گیا ہے۔(پاکستان میں ان کوستارہ امتیاز سے نوازا گیا؟؟؟ )نظم ونثر کی 18 کتب کے خالق ہیں۔یہ کتابیں متعددزبانوں میں چھپ چکی ہیں جیسے انگلش،عربی اوراردو۔آج کل اردو پروگرام کینیڈاٹی وی کے میزبان اورٹیلی کاسٹر ہیں۔مکرم عبد الکریم قدسی کی ادبی خدمات کم وبیش 50سال پر محیط ہیں۔حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے ان کی شاعری کا ذکرفرمایا ہے۔پہلی مرتبہ انہوں نے عربی قصیدہ کا اردواور پنجابی میں منظوم ترجمہ کیا۔آٹھ کتابوں کے مصنف اور بہت سی کتابیں اشاعت کے مرحلوں میں ہیں۔اس تعارف کے بعد باقاعدہ مشاعرے کا آغاز ہوٗا۔اورسب سے پہلے خاکسار نے حسب روایت صاحب کی اجازت سے ایک غزل پیش کی اور حاضرین نے اس کو پسند کیا۔اس غزل کا ایک شعرحاضر ہے۔

ہم سے پوچھو نہ بات چہروں کی - کھلتی جاتی ہے ذات چہروں کی

اس کے بعددعوتِ کلام عثمان خاں کودی گئی۔ان ایک شعریہ ہے۔

چھپی جو بات تھی دل میں زباں پہ نہ لا سکے۔ہم اپنا حال دل ان کوکبھی نہ سنا سکے

یعقوب کول صاحب کولنگر خانہ کے ایک مخلص رضا کار ہیں انہوں نے اپنے مخصوص انداز میں پاکستان کے بارے میں کلام سنایا۔

قائد اعظم نے بنایا پاکستان - سندھی پنجابی بلوچ تے رہندے نے پٹھان

عبد السلام عارف پیشہ کے لحاظ سے صیدلہ ہیں مگر خوب موزوں طبیعت پائی ہے انہوں نے اپنا کلام کچھ اس طرح پیش کیا:

زندگی سے زندگی کا اک سفر ہے یاد ہے۔ مسکراہٹ پھول خوشبو کا ثمر ہے یاد ہے

مقصود چوہدری نے پنجابی کلام مخصوص انداز میں سنایا:

کنڈے تے فیر کنڈے ہوندے - ایتھے پھل دیندے نے تڑپا

بابر عطا جو کہ ایک نوجوان شاعر ہیں، ان کا مجموعہ کلام بھی چھپ چکا ہے۔ انہوں نے اپنا کلام خوبصورت اور زور انداز میں کچھ اس طرح پیش کیا:

خوشبو جیسے چہرے من میں بستے ہیں - میں روتا ہوں وہ اندر سے روتے ہیں

اثر اکبر آبادی ایک بزرگ شاعر ہیں اور ٹورنٹو کے مشاعروں کی جان ہیں۔ انہوں نے اپنا کلام ترنم سے پیش کیا:

خوشی کے ساتھ اگر رنج وغم نہیں ہوتے - تو زندگی میں کبھی پیچ وخم نہیں ہوتے

کفیل احمد بھی دل کو موہ دینے والی شاعری کرتے ہیں، ان کا کلام کچھ اس طرح تھا:

چمکتا رہے یونہی آنگن ہمارا - ستاروں سے بھر جائے دامن ہمارا

عام جاسر نوجوان نسل کے نمائندہ شاعر ہیں ان کا دھیمہ لہجہ اور مخصوص انداز بہت متاثر کن ہے، انہوں نے اپنا کلام کچھ اس طرح پیش کیا:

ابر ویراں خاموش ہو بھی چکا - اے میری جاں تجھے رو بھی چکا

ریاض الوارث نے اپنا خوبصورت کلام پیش کیا اور حاضرین سے خوب داد پائی:

میری محنت کا کوئی صلہ نہیں - سادگی نے مجھے لچھ دیا ہی نہیں

بشارت ریحان کا پہلا مجموعہ کلام جلد منظر عام آنیوالا ہے انہوں نے اس مشاعرے کی رونق بڑہانے میں کافی حصہ لیا۔ ان کا کلام کچھ اس طرح تھا:

مجھ کو تو کوئی پل بھی سکوں نہیں ملتا - تجھ کو اے جفا کار پتا کیا نہیں ملتا

کاظم واسطی ایک خوش کلام اور شگفتہ شاعری کرنے میں ماہر ہیں۔ انہوں نے اپنا کلام کچھ یوں پیش کیا

بادہ وساغر کی مے اور مے خانے کی بات - جام پینے اور بہکنے اور بہکانے کی بات

جمال انجم ایک منجھے ہوئے بزرگ شاعر ہیں۔ زندگی کے تجربات کو وہ اپنے شعروں میں یوں بیان کرتے ہیں:

انگلیوں کی جنبش سے پتلی کھیل تماشا ہے - زندگی کی ہر ساعت ہر گھڑی تماشا ہے

انصر رضا نے نہایت خوبصورت اور وجد آفریں کلام پیش کیا اتنا کہ حاضرین محفل جھوم اٹھے:

وہ میری ذات پہ الزام رکھتا رہتا ہے - اسی بہانے مجھے یاد کرتا رہتا ہے

ڈاکٹر رشید گل کے کلام کو بھی حاضرین نے خوب ہی خوب داد سے نوازا:

عشق کی بس تشنگی تھی میں نہ تھا - شوق کی وارفتگی تھی میں نہ تھا

پروفیسر مہندر دیپ گریوال کے کلام بھی حاضرین نے شوق سے سنا اور محظوظ ہوئے:

ہتھاں دی شوہلی تاں تصویر بن گیا اوہ - کل تک فقط سی جیہڑا من دا خیال اوہ

ڈاکٹر خالد رؤف قریشی جو کہ ایک درجن سے زائد کتابوں کے مصنف ہیں انہوں نے اپنا کلام کچھ اسطرح پیش کیا، اور حاضرین خوب داد دی:

یہ کیا کہ دل میں سراب رکھنا - سمندروں پہ حباب رکھنا
گئے دنوں کا حساب رکھنا - خزاں میں گرتے گلاب رکھنا

شاعر بے بدل صالحا اچھا نے اپنا کلام کچھ اس طرح پیش کیا:

زندگی فخر کرے تجھ پہ تو وہ تو قیر بنا - جس پہ یہ رک جائیں نگاہیں وہی تصویر بنا

تو جناب اب باری تھی ہمارے امریکہ سے آئے ہوئے مہمان خصوصی عبد الکریم قدسی کی جنہوں نے اپنے کلام کا آغاز کچھ اس طرح کیا:

چھوٹے بن کر رہوگے تو قدرت عزتیں بے شمار دیتی ہے
بچے خود کو اگر بڑا سمجھیں گود سے ماں اتار دیتی ہے

ان کے خوبصورت کلام پر حاضرین نے دل کھول داد دی۔

ہم سادہ دل عقل و دانش کے معیار کو کیا سمجھیں
غالب کے شیدئی ٹھہرے لیکن دل ہے میر کے ساتھ

آخر میں عاجز نے تسلیم الٰہی زلفی کو دعوت کلام دی۔ انہوں نے مجلس انصار اللہ پیس ویلیج کا شکریہ ادا کیا اور اپنے کلام سے کچھ اس طرح نوازا۔

جو میں نے گھر بنایا تھا میرا کہاں ہوا - تنکے کہاں رکھے تھے بسیرا کہاں ہوا

تمام شعراء حضرات کا کلام انتہائی معیاری اور خوبصورت تھا۔ حاضرین نے پروگرام کو پوری توجہ اور دلچسپی سے سنا اور شعرا کو داد سے نوازا۔ یہ ایک انتہائی خوبصورت اور یادگار مشاعرہ تھا۔ شعر وشاعری کے سلسلے کے بعد نائب امیر جماعت احمدیہ کینیڈا محترم ہادی علی چوہدری نے شعراء کو پھولوں کے تحائف پیش کئے۔ اس کے بعد خاکسار نے مہمانوں کا شکریہ ادا۔ مکرم ہادی علی چوہدری نے دعا کے ساتھ اس محفل کا اختتام کیا اور مہمانوں کی لذیذ کھانے کے ساتھ تواضع کی گئی۔ پروگرام میں حاضرین کی تعداد 80 تھی اس میں 11 مہمان شعراء اور 9 مقامی تھے۔

انتباہ۔ گزارش ہے کہ زلفی کے دعوں اور القابات کی اچھے طریق سے جانچ پڑتال کر لیں۔ ان کی باتوں میں حقیقت کم اور افسانہ زیادہ ہوتا ہے۔ اس ضمن میں اشفاق حسین کی کتاب۔ فیض بیروت میں حقیقت یا افسانہ کا مطالعہ کریں جس میں زلفی صاحب کی افسانہ طرازی، افسانوی باتوں، چربہ سازی کو طشت از بام کیا گیا ہے۔

He has plagriazed other people's poems ghazals as well.

DIGITAL
LITHO

Concept 2Print

A Complete Design & Print Service

CONCEPT • DESIGN • PRINT • FINISH

- Business Cards
- Folders
- Booklets
- Books
- Wedding Cards
- Letterheads
- NCR Pads
- Calendars
- Flyers
- Greeting Cards
- Compliment Slips
- Brochures
- Posters
- Pull up Banners
- Invitation Cards

t:0203 603 7582 e:info@concept2print.co.uk

106 High Street • Colliers Wood • London • SW19 2BT
www.concept2print.co.uk

H@T IT SERVICES
Hardware • Application • Technology

HAT IT Services is becoming an IT Solution provider in innovative Hardware and Software Solutions that enable businesses to transform into digital enterprises for the ultimate competitive advantage.

- Laptop Repairs
- Computer Repairs
- Virus / Malware Removal
- Data Recovery
- System Optimization
- Home / Office Networking
- Server Installation
- Infrastructure & Networking
- Web & Application Development
- Sales & Purchase
- CCTV Installation & Maintenance

T: 0203 524 7530
www.hatservices.com
106 High Street, Colliers Wood SW19 2BT

TRANSLATIONS
ENGLISH - URDU
ATA TAHIR
DPSI ENGLISH LAW

IOLET DIPLOMA IN PUBLIC SERVICE
Interpreting Urdu-English Law

07818210181
atatahir@hotmail.com

HEATING LTD.

24/7 EMERGENCY SERVICE

Domestic & Commercial
Contact: 07722 222 965
www.247breakdownsolution.co.uk

# SARMAD GLOBAL
CHARTERED ACCOUNTANTS

QUALIFIED CHARTERED ACCOUNTANTS
WITH BIG 4 EXPERIENCE

FREE TELEPHONE / EMAIL & WHATSAPP SUPPORT

- ✓ Company incorporation / Registered Office Address
- ✓ Personal Income Tax Return investigations,
- ✓ Rental Income Tax Returns
- ✓ UK State Pension Entitlement Review
- ✓ Advice on filling Gaps in UK State Pension
- ✓ UK State Pension / (Contracted Out) Tracing
- ✓ Private UK Pension Tracing.
- ✓ Assets Review for Inheritance Tax
- ✓ Appealing-Past years HRMC Penalties
- ✓ Preparation / Filing of Prior year tax returns
- ✓ Duplicate-Payslips/ P60s

ICAEW CHARTERED ACCOUNTANTS

**SARMAD KHAN** ACA, FCCA

**OFFICE** 115 LONDON ROAD MORDEN SURREY SM4 5HP UK
TEL +44(0)208 646 3666 FAX +44 (0)208 082 5002
E-MAIL: INFO@SARMADGLOBAL.COM
WEB. WWW.SARMADGLOBAL.COM
**CELL +44 (0) 7903 416966**

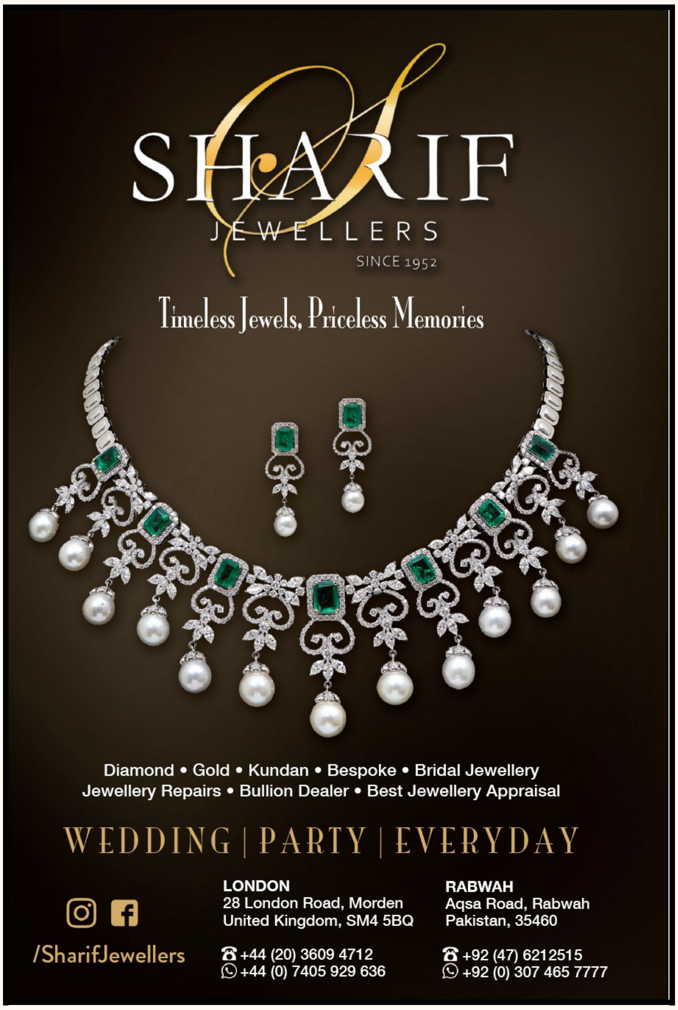

**RASHID & RASHID**
Solicitors, Advocates
Immigration Specialists
Commissioners of Oaths

# راشد احمد خان
وکیل (پرنسپل)

Benefit with very competitive rates, tailored advice & service to suit your specific needs, 24 hour response to all online enquiries and our many years of experience

www.rashidandrashid.co.uk

مناسب ریٹس میں آپ کی مخصوص ضروریات کے تحت موزوں مشورہ، 24 گھنٹے آن لائن سروس اور ہمارا سالوں کا تجربہ

- Asylum & Immigration
- New Point Based System
- Settlement Application (ILR)
- European Law
- Nationality & Travel Documents
- Human Rights Applications
- High / Court of Appeals
- Family Matters and Divorce
- Switching Visas
- Over Stayers
- Legacy Cases
- Work Permits
- Visa Extensions
- Judicial Reviews
- Tribunal Appeals
- Student appeals

- اسائلم/سیاسی پناہ اور امیگریشن
- نیا پوائنٹ بیسڈ امیگریشن سسٹم
- ویزا میں تبدیلی
- ویزا توسیع/ایکسٹینشن
- سیٹلمنٹ درخواست (ILR)
- یورپین قانون
- اوور سٹیئرز
- جوڈیشل ریویو
- نیشنیلٹی اور سفری دستاویزات
- درخواست برائے انسانی حقوق/ہیومن رائٹس
- وراثتی معاملات/لیگیسی کیس
- ٹرائیبونل اپیل
- ہائی/کورٹ آف اپیل
- طلاق و دیگر خاندانی معاملات
- ورک پرمٹ
- سٹوڈنٹس اپیل

**FREE CONSULTATION & LEGAL ADVICE**
24 Hours Emergency Numbers

**مفت قانونی مشاورت**
24 گھنٹے ایمرجنسی سروس

# 07878 33 5000 / 07774222062

**RASHID & RASHID LAW FIRM**
211, The Broadway, Southall, UB1 1NB.
Near McDonalds Southall.
Tel: 02085 401 666, Fax 02085 430 534
Email: law786@live.com

190 Merton High Street, Wimbledon
London SW191AX
Tel: 02085 401 666, Fax 02085 430 534
Email: law786@live.com

**راشد اینڈ راشد لاء فرم**
211، دا براڈوے، ساؤتھ ہال، UB1 1NB نزد میکڈونلڈز ساؤتھ ہال
فون: 02085 401 666، فیکس 02085 430 534
ای میل: law786@live.com

190 میرٹن ہائی سٹریٹ، ویمبلڈن
لندن SW19, 1AX
فون: 02085 401 666، فیکس 02085 430 534
ای میل: law786@live.com

# SOW THE SEEDS OF LOVE